

عِیسیٰ اور مریم

قرآن میں



مثبت خصوصیات کو اپنانا ذہنی
سکون کا باعث بنتا ہے

عیسیٰ اور مریم قرآن میں

شیخ پوڈ کتب

شیخ پوڈ کتب، 2025 کے ذریعہ شائع کردہ

اگرچہ اس کتاب کی تیاری میں تمام احتیاط برتی گئی ہے، ناشر غلطیوں یا کوتاہی یا یہاں موجود معلومات کے استعمال کے نتیجے میں ہونے والے نقصانات کے لیے کوئی ذمہ داری قبول نہیں کرتا ہے۔

(PBUT) قرآن میں عیسیٰ اور مریم

پہلا ایڈیشن۔ 15 اپریل 2025۔

کاپی رائٹ © 2025 شیخ پوڈ کتب۔

شیخ پوڈ کتب کے ذریعہ تحریر کردہ۔

مندرجات کا جدول

مندرجات کا جدول

اعترافات

مرتب کرنے والے کے نوٹس

تعارف

(PBUT) قرآن میں عیسیٰ اور مریم

باب 3 – علی عمران، آیات 33-44

باب 3 – علی عمران، آیات 45-64

اچھے کردار پر 500 سے زیادہ مفت ای بکس

دیگر شیخ یوڈ میڈیا

اعترافات

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جو تمام جہانوں کا رب ہے، جس نے ہمیں اس جلد کو مکمل کرنے کی تحریک، موقع اور طاقت بخشی۔ درود و سلام ہو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کا راستہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی نجات کے لیے چنا ہے۔

ہم شیخ پوڈ کے پورے خاندان، خاص طور پر اپنے چھوٹے ستارے یوسف کے لیے اپنی تہ دل سے تعریف کرنا چاہیں گے، جن کی مسلسل حمایت اور مشورے نے شیخ پوڈ کتب کی ترقی کو متاثر کیا ہے۔ اور ہمارے بھائی حسن کا خصوصی شکریہ، جن کے سرشار تعاون نے شیخ پوڈ کو نئی اور دلچسپ بلندیوں پر پہنچا دیا ہے جو ایک مرحلے پر ناممکن لگ رہا تھا۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر اپنا کرم مکمل فرمائے اور اس کتاب کے ہر حرف کو اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرمائے اور اسے روز آخرت میں ہماری طرف سے گواہی دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور بے شمار درود و سلام ہو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، آپ کی آل اور صحابہ کرام پر، اللہ ان سب سے راضی ہو۔

مرتب کرنے والے کے نوٹس

ہم نے اس جلد میں انصاف کرنے کی پوری کوشش کی ہے تاہم اگر کوئی شارٹ فال نظر آئے تو مرتب کرنے والا ذاتی طور پر ذمہ دار ہے۔

ہم ایسے مشکل کام کو مکمل کرنے کی کوشش میں غلطیوں اور کوتاہیوں کے امکان کو قبول کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہم نے لاشعوری طور پر ٹھوکر کھائی ہو اور غلطیوں کا ارتکاب کیا ہو جس کے لیے ہم اپنے قارئین سے درگزر اور معافی کے لیے دعا گو ہیں اور ہماری توجہ اس طرف مبذول کرائی جائے گی۔ ہم تہہ دل سے تعمیری تجاویز کی دعوت دیتے ہیں جو ShaykhPod.Books@gmail.com پر دی جا سکتی ہیں۔

تعارف

مندرجہ ذیل مختصر کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کی زندگی کے کچھ واقعات پر بحث کرتی ہے۔ یہ بحث قرآن پاک کے باب 3 علی عمران، آیات 33-64 پر مبنی ہے

بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں پر چن لیا، ان میں سے بعض کی اولاد، اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے، جب عمران کی بیوی نے کہا، اے میرے رب، میں نے تجھ سے عہد کیا ہے کہ میرے پیٹ میں جو کچھ ہے، اس کو میری طرف سے وقف کر دیا گیا ہے، لہذا قبول فرما۔ بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے، لیکن جب اس نے اسے جنا تو کہا: اے میرے رب، میں نے لڑکی کو جنم دیا ہے، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ اس نے کیا جنم دیا، اور لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہے، اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اس کی پناہ مانگتا ہوں، اور شیطان سے اس کی اولاد کی پناہ مانگتا ہوں، اللہ نے اسے قبول کیا اور اس کی رحمت کے ساتھ اسے قبول کیا۔ اس کو اچھی طرح سے بڑھایا اور جب بھی زکریا اس کے پاس نماز کے کمرے میں داخل ہوا تو اس نے کہا: "اے مریم، یہ آپ کے پاس کہاں سے آرہا ہے؟" بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ "اس وقت زکریا نے اپنے رب کو پکارا اور کہا کہ اے میرے رب مجھے اپنی طرف سے نیک اولاد عطا فرما۔ بے شک تو دعا کا سننے والا ہے، تو فرشتوں نے اسے آواز دی جب وہ حجرے میں نماز پڑھ رہے تھے، "بے شک اللہ تجھے یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کے ایک کلمے کی تصدیق کرتا ہے اور نیک لوگوں میں سے پیشوا، پرہیز گاری کرنے والا اور نبی ہوگا، اس نے عرض کیا: اے میرے رب، میں کیسے بوڑھا ہو گا اور میری بیوی بانجھ ہو جائے گی؟ "ایسا ہی اللہ ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس نے کہا: اے میرے رب، میرے لیے کوئی نشانی بنا دے، اس نے کہا: تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے اشارہ کے بغیر بات نہیں کر سکو گے۔ اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کیا کرو اور شام اور صبح اس کی تسبیح کرو اور جب فرشتوں نے کہا کہ اے مریم بیشک اللہ نے تجھے چن لیا اور پاک کیا اور تجھے تمام جہانوں کی عورتوں پر منتخب کیا۔ اے مریم اپنے رب کی فرمانبرداری کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ سجدہ کرو اور رکوع کرو۔ یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں اور آپ ان کے ساتھ نہیں تھے جب انہوں نے اپنے قلم کو مریم کے ذمہ دار قرار دیا اور آپ ان کے ساتھ نہ تھے جب انہوں نے آپس میں اختلاف کیا کہ اے مریم آپ کو عیسیٰ علیہ السلام کے نام کی بشارت ہے۔ دنیا اور آخرت میں ممتاز اور قرب والوں میں۔ وہ لوگوں سے گہوارے میں اور جوانی میں بات کرے گا اور صالحین میں سے ہوگا۔ "اس نے کہا اے میرے رب، میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا جب کہ مجھے کسی نے چھوا تک نہیں۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اس سے

صرف اتنا کہتا ہے کہ ہو جا، اور وہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ اسے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائے گا اور [جو کہے گا کہ] میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں کہ میں تمہارے لیے مٹی سے بناتا ہوں [جو کہ پرندے کی طرح ہے، پھر میں اس میں پھونک ماروں گا اور وہ اللہ کے حکم سے [ہے۔ پیدائش، اور میں آپ کو اپنے گھروں میں جو کچھ کھاتا ہوں اس کے بارے میں آپ کو بتایا گیا ہے کہ آپ کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے سامنے کیا ہے رب اور تمہارا رب، تو اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔ "لیکن جب عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کفر محسوس کیا تو فرمایا: اللہ کے لیے میرے حمایتی کون ہیں؟ حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور گواہی دیتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں، اے ہمارے رب، ہم نے جو کچھ تو نے نازل کیا ہے اس پر ایمان لائے اور رسول (عیسیٰ علیہ السلام) کی پیروی کی، لہذا ہمیں گواہوں میں شامل کر لے۔ اور انہوں نے منصوبہ بنایا لیکن اللہ نے منصوبہ بنایا۔ اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔ جب اللہ نے کہا کہ اے عیسیٰ بے شک میں تمہیں لے کر اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تمہیں کافروں سے پاک کروں گا اور تمہارے پیروکاروں کو قیامت تک کافروں پر فضیلت دوں گا پھر تمہاری واپسی میری طرف ہے اور میں تمہارے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کروں گا جس میں تم نے جھٹلایا تھا اور جن لوگوں کو میں نے جھٹلایا تھا۔ دنیا اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ "لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے وہ ان کو ان کا پورا پورا اجر دے گا اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ یہ ہے جو ہم آپ کو پڑھتے ہیں، [اپنی آیات اور حکیمانہ نصیحت [قرآن]۔ بے شک اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے۔ اس کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اس نے اس سے کہا کہ ہو جا اور وہ ہو گیا۔ حق تیرے رب کی طرف سے ہے پس شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔ پھر جو کوئی آپ کے پاس علم آنے کے بعد آپ سے اس بارے میں جھگڑے تو آپ کہہ دیجئے کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو، اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو، اپنے آپ کو اور اپنے آپ کو بلائیں، پھر دل سے دعا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔ بے شک یہ صحیح روایت ہے۔ اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ پھر اگر وہ روگردانی کریں تو بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور اللہ کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں۔ پھر اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

زیر بحث اسباق کو نافذ کرنے سے مثبت خصوصیات کو اپنانے میں مدد ملے گی۔ مثبت خصوصیات کو اپنانا دماغ اور جسم کے سکون کا باعث بنتا ہے۔

باب 3 - علی عمران، آیات 33-44

﴿۳۳﴾ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ

﴿۳۴﴾ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

﴿۳۵﴾

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتَ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ وَإِنِّي

سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿۳۶﴾

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَمْرِئُؤُمَّ أَنْتَ لِلِّ هَذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ

يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿۳۸﴾

فَنَادَتْهُ الْمَلَكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ
وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿٣٩﴾

قَالَ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ قَالَ كَذَلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا
يَشَاءُ ﴿٤٠﴾

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّي آيَةً قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمْرًا وَادْكُرَّ رَبَّكَ
كَثِيرًا وَسَبِّحْ بِالْعُشِيِّ وَالْإِبْكَرِ ﴿٤١﴾

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَكَةُ يَمْرَيْمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ
﴿٤٢﴾

يَمْرَيْمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴿٤٣﴾

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَكَةُ يَمْرَيْمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ
﴿٤٣﴾

يَمْرَيْمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴿٤٣﴾

بے شک اللہ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں پر چنا ہے۔
اولاد، ان میں سے کچھ دوسروں سے۔ اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

جب عمران کی بیوی نے کہا کہ اے میرے رب میں نے تیرے پاس گروی رکھ لیا ہے جو میرے پیٹ میں ہے (تیری خدمت کے لیے) (تو اس کو مجھ سے قبول فرما، بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے۔

لیکن جب اس نے اسے جنم دیا تو اس نے کہا اے میرے رب میں نے لڑکی کو جنم دیا ہے۔ اور اللہ خوب جانتا تھا کہ اس نے کیا جنم دیا اور لڑکا عورت کی طرح نہیں ہوتا۔ "اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اس کے لیے تیری اور اس کی اولاد کے لیے شیطان سے پناہ مانگتا ہوں، جو "نکالے گئے [اللہ کی رحمت سے]۔"

تو اس کے رب نے اسے اچھی طرح قبول کر لیا اور اسے اچھے طریقے سے بڑھایا اور اسے زکریا کے سپرد کر دیا۔ ہر بار جب زکریا نماز کے کمرے میں اس کے پاس داخل ہوا، اس نے اس کا سامان پایا۔ اس نے کہا اے مریم یہ تمہارے پاس کہاں سے آرہا ہے؟ اس نے کہا یہ اللہ کی طرف سے ہے، بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

اس پر زکریا نے اپنے رب کو پکارا اور کہا کہ اے میرے رب مجھے اپنی طرف سے نیک اولاد عطا فرما، بے شک تو دعا سننے والا ہے۔

تو فرشتوں نے اس کو آواز دی جب وہ حجرے میں نماز پڑھ رہا تھا کہ بے شک اللہ تجھے یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کے ایک کلمے کی تصدیق کرتا ہے اور نیک لوگوں میں سے پیشوا، پرہیزگار اور نبی ہوگا۔

اس نے کہا اے میرے رب میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا جب کہ میں بڑھاپے کو پہنچ چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ اس (فرشتے نے) (کہا کہ اللہ ایسا ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اس نے کہا اے میرے رب میرے لیے کوئی نشانی بنا۔ فرمایا تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم لوگوں سے تین دن تک بات نہیں کر سکو گے سوائے اشارے کے اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کیا کرو اور شام اور صبح کی تسبیح کرو۔

اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم بیشک اللہ نے تجھے چن لیا ہے اور تجھے پاک کیا ہے اور تجھے تمام جہانوں کی عورتوں پر منتخب کیا ہے۔

اے مریم اپنے رب کی فرمانبرداری کرو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں، [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم]۔ اور تم ان کے ساتھ نہیں تھے جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ ان میں سے مریم کے لیے کون ذمہ "دار ہے۔ اور نہ آپ ان کے ساتھ تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔

تاریخ کو اکثر یہ بتانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اہمیت اور یہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کیسے حاصل کرتا ہے۔ مثال کے طور پر ماضی کے انبیاء علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے دوسرے نیک بندوں کے قصے قرآن پاک میں بیان کیے گئے ہیں تاکہ لوگ یہ سمجھ سکیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کس طرح ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی کا باعث بنتی ہے۔ باب 3 علی عمران، آیات 33-34

درحقیقت اللہ تعالیٰ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں کے لیے منتخب کیا، ”ان میں سے بعض کو دوسرے سے۔“

اللہ تعالیٰ واضح فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو ان کی مخلصانہ اطاعت کی وجہ سے اس نے نوازا ہے۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں دی گئی تھیں جیسا کہ آسمانی صحیفوں میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس غلط عقیدہ کو مٹا دیتا ہے کہ ان کو کسی اور وجہ سے، جیسے نسب یا سماجی رتبے کی وجہ سے نوازا گیا تھا، ورنہ ان کی تمام اولادیں ان میں سے صرف چند کی بجائے منتخب اور بابرکت ہوتیں، یعنی وہ لوگ جنہوں نے خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ اہل کتاب خصوصاً یہودیوں نے حسب نسب کی بنیاد پر برتری کا تصور گھڑ لیا۔ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ باقی بنی نوع انسان سے برتر ہیں کیونکہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں، جو حضرت باب 5 المائدہ، آیت 18 ابراہیم علیہ السلام کے پوتے ہیں۔

لیکن یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کی اولاد اور اس کے پیارے ہیں، کہہ دو کہ پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیتا ہے؟ بلکہ تم اس کی پیدا کردہ مخلوقات میں سے انسان ہو، وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمانوں نے غلط طور پر ایسا ہی رویہ اختیار کیا ہے، جس کے تحت وہ اعلیٰ و ارفع ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں کیونکہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

پیروکار ہیں۔ بعض کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ انہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے جنت عطا کی جائے گی، خواہ وہ عملی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ بھی کریں۔ گو کہ قیامت کے دن اس کی شفاعت ایک حقیقت ہے، لیکن جو اس طرح اس کا مذاق اڑائے گا، وہ ان کی شفاعت کرنے کے بجائے ان کے خلاف گواہی دیتا پائے گا۔ باب 25 الفرقان، آیت 30

"اور رسول نے کہا اے میرے رب، میری قوم نے اس قرآن کو ترک کر دیا ہے۔"

اس آیت میں مسلمانوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ انہوں نے ہی قرآن پاک کو لیا اور قبول کیا۔ غیر مسلم قرآن پاک کو ترک نہیں کر سکتے تھے کیونکہ انہوں نے اسے پہلے کبھی نہیں لیا اور نہ ہی قبول کیا۔ اس بات کا تعین کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ قیامت کے دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کے خلاف گواہی دیں گے اس کا کیا بنے گا۔ لہذا دونوں جہانوں میں برتری، کامیابی اور ذہنی سکون کے باطل عقیدے کو اپنانے سے بچنا چاہیے، اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کے علاوہ کسی اور چیز میں مضمر ہے۔

اسلام واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا فیصلہ ایک ہی معیار پر کرتا ہے: وہ اللہ تعالیٰ کی کتنی سچی اطاعت کرتے ہیں۔ اس میں ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 13

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔"

لوگوں کی حیثیت کو جانچنے کے دیگر تمام معیارات کی کوئی اہمیت نہیں ہے، جیسے کہ جنس، نسل اور سماجی طبقے، اور مسلمانوں کو ان کو نظر انداز کرنا چاہیے، ورنہ یہ مسلم قوم کے درمیان نسل پرستی اور تفرقہ کو جنم دیتا ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ چونکہ کسی کی نیت دوسرے لوگوں سے پوشیدہ ہوتی ہے، اس لیے وہ ظاہری اعمال کی بنیاد پر دوسروں کو دوسرے لوگوں سے بہتر نہیں ٹھہراتا اور اس لیے دوسرے لوگوں یا اپنی ذات کے بارے میں دعوے کرنے سے گریز کرنا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی تمام لوگوں کی نیت، قول اور فعل کو جانتا ہے۔ باب 53 عن نجم، آیت 32

”پس اپنے آپ کو پاکیزہ ہونے کا دعویٰ نہ کرو، وہ خوب جانتا ہے کہ کون اس سے ڈرتا ہے۔“

اور باب 3 علی عمران، آیت 34

”اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔“

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی کچھ مثالیں بیان کرتا ہے جنہوں نے خلوص دل سے اس کی اطاعت کی اور یہ کیسے انہیں دونوں جہانوں میں کامیابی اور ذہنی سکون کی طرف لے جاتا ہے۔ باب 35 علی عمران، آیت 35

عمران کی بیوی نے کہا کہ اے میرے رب، میں نے تیرے پاس گروی رکھا ہوا ہے جو میرے رحم میں ہے، [تیری خدمت کے لیے] وقف کیا گیا ہے، لہذا میری طرف سے اسے قبول فرما۔ بے شک تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ نے اپنے آنے والے بچے کو اللہ تعالیٰ کی خدمت میں وقف کرنا چاہا۔ اس کے بعد یہ بچہ دنیاوی مشاغل سے آزاد ہو جائے گا، جیسے کہ دنیاوی تعلیم یا روزی کمانا، اور اس کی بجائے اپنی تمام تر کوششیں اور وقت دینی علم اور عبادات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے وقف کر دے گا۔ اسلام ایک زیادہ متوازن نقطہ نظر کی تعلیم دیتا ہے جس کے تحت اپنے بچے کو دینی اور دنیاوی دونوں طرح کی تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دینی چاہیے۔ حلال ملازمت کے حصول کے لیے دنیاوی تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے جو کسی کی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے درکار ہوتی ہے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچے کی ترغیب دیں کہ وہ زندگی بھر اپنی دینی تعلیم کو جاری رکھیں، ساتھ ہی دنیاوی علوم پر بھی توجہ دیں۔ یہ متوازن رویہ ایک انتہائی ذہنیت کو اپنانے کے بعد زیادہ فائدے کا باعث بنتا ہے جس کے تحت کوئی یا تو پوری توجہ دنیاوی تعلیم پر مرکوز کرتا ہے یا پوری طرح دینی تعلیم پر۔ اس کے علاوہ، ایک قانونی ملازمت کا ہونا ایک شخص کو دوسروں سے مالی طور پر خود مختار ہونے کی اجازت دیتا ہے، خاص طور پر اپنی مذہبی تعلیم کے دوران۔ یہ اہم ہے کیونکہ کوئی ان لوگوں سے متاثر ہو سکتا ہے جو ان کی مالی مدد کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک مسجد میں ایک اسلامی استاد جس کے پاس کوئی دنیاوی کام نہیں ہے جس کے ذریعے وہ اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے اپنا رزق حاصل کر سکتا ہے اور اس کے بجائے صرف مسجد سے حاصل ہونے والی آمدنی پر انحصار کرتا ہے، وہ مسجد کے ارکان کو کچھ ایسی چیزیں سکھانے کے لیے متاثر ہو سکتا ہے جن سے اسلامی استاد متفق نہ ہوں۔ چونکہ وہ اپنی آمدنی کھونے سے ڈرتے ہیں، وہ اپنے ذاتی عقیدے اور تعلیم پر سمجھوتہ کر سکتے ہیں۔

قدیم زمانے میں صرف مرد ہی اللہ تعالیٰ کی خدمت اور اس کے دین کے لیے وقف ہوتے تھے۔ باب 3
:علی عمران، آیت 36

لیکن جب اس نے اسے جنا تو اس نے کہا: اے میرے رب میں نے لڑکی کو جنم دیا ہے "اور اللہ اس " کو خوب جانتا تھا جو اس نے جنم دیا اور لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا۔

جب حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ نے ان کو جنم دیا تو وہ ایک ایسے مرد کی توقع کر رہی تھیں جو اللہ تعالیٰ کی خدمت میں سرشار ہو گا۔ لیکن اس سے بھی کم نہیں، اس نے اپنی نذر پوری کی اور مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ کی خدمت اور اس کے دین کے لیے وقف کر دیا۔

:باب 3 علی عمران، آیت 36

”...اور مرد عورت کی طرح نہیں ہوتا“

یہ آیت اور نہ ہی اسلام کا دعویٰ ہے کہ مرد عورتوں پر برتر ہیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، صرف ایک معیار جو برتری کی نشاندہی کرتا ہے وہ یہ ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کی کتنی اطاعت کرتا ہے، اس لیے اس کا جنس یا کسی اور چیز سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس اطاعت میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو صحیح طور پر عطا کی گئی ہیں جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 13

”بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔“

:باب 3 علی عمران، آیت 36

“...اور مرد عورت کی طرح نہیں ہوتا ”

اس کے علاوہ، یہ آیت اس بات کی نشاندہی کر سکتی ہے کہ ہر جنس کا برادری اور گھر کے اندر اپنا کردار ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، ماں کا کردار گھر کے اندر باپ کا کردار جیسا نہیں ہے۔ لہذا ہر فرد کو چاہیے کہ وہ اپنی توانائیاں اور کوششیں اپنے گھر اور برادری میں اپنے کردار کی انجام دہی کے لیے وقف کر دیں اور اپنے فرائض اور کردار کو برتری پر بحث کرنے کے لیے استعمال نہ کریں، کیونکہ یہ صرف لوگوں کے درمیان تناؤ اور تناؤ کا باعث بنتا ہے۔ مرد اور عورت دونوں اپنے جائز انتخاب جیسے کہ مزید تعلیم اور ملازمتیں کرنے کے لیے آزاد ہیں، لیکن جو لوگ اپنے خاندان کے اندر اپنے کردار کو نبھانے کی کوشش کرتے ہیں، جیسے کہ ایک گھریلو خاتون، کو حقیر اور شرمندہ نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ گھر کے ہر فرد کو اپنے خاندان کے لیے ایک مستحکم اور پر امن گھر بنانے کے لیے اپنا کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ مسابقتی انداز میں مردوں کا عورتوں سے مسلسل موازنہ کرنا انہیں اپنے خاندان اور معاشرے کے فائدے کے لیے متحد ہو کر کام کرنے سے روکتا ہے۔ مرد اور خواتین کے کردار کھیلوں کی ٹیم کی طرح ہوتے ہیں جہاں ٹیم کو کامیابی حاصل کرنے کے لیے ہر رکن کو اپنا کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔ اس کامیابی کو حاصل کرنے کے لیے ہر شخص اور ان کی کوششیں بہت ضروری ہیں۔ لیکن اگر ٹیم کے ارکان ایک ہی کردار پر ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کرنے میں بہت مصروف ہیں، تو ٹیم مؤثر طریقے سے ایک ساتھ کام نہیں کرے گی اور اس وجہ سے وہ کامیابی حاصل نہیں کر پائیں گے۔ اس لیے ہر مرد اور عورت کو چاہیے کہ وہ اپنے خاندان کے اندر اپنے کردار کی نشاندہی کریں اور ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے کی بجائے اسے نبھانے کی کوشش کریں۔ اس سے خاندان اور پورے معاشرے کو فائدہ ہوگا۔

باب 3 علی عمران، آیت 36

اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اس کے لیے تجھ سے اور اس کی اولاد کے لیے ”شیطان سے پناہ مانگتا ہوں، جو (اللہ کی رحمت سے) نکال دیا گیا ہے۔“

مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ والدہ مریم علیہا السلام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے صحیح طریقے سے شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ اپنے بچے کو اسلامی تعلیمات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دی جائے تاکہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کر سکے جو اسے دی گئی ہیں۔ اس تعلیم میں بچے کو چھوٹی عمر سے ہی یہ سمجھانا شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض چیزوں کا حکم کیوں دیتا ہے، جیسے کہ فرض نماز، اور کیوں وہ بعض چیزوں سے منع کرتا ہے، جیسے شادی سے باہر کے تعلقات۔ جب بچہ اس علم سے آراستہ ہو جائے گا تو شیطان اسے یہ ماننے کے لیے دھوکہ نہیں دے سکے گا کہ اسلام انہیں خوش رہنے سے روکتا ہے اس لیے انہیں اسلامی تعلیمات پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔ جب کسی بچے کے پاس یہ علم نہیں ہوتا ہے تو وہ آسانی سے شیطان، سوشل میڈیا، فیشن اور کلچر سے متاثر ہو کر اسلام کی تعلیمات کو ترک کر دیتے ہیں کیونکہ وہ اس حقیقت کی قدر نہیں کریں گے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے سے دونوں جہانوں میں سکون ملتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اکیلے ہی علم اور دور اندیشی کا مالک ہے کہ وہ لوگوں کو ایک ضابطہ اخلاق عطا کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ اسلام کی تعلیمات کو ترک کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر، جو شخص اسلامی تعلیمات میں دی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتا ہے، وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لے گا اور وہ ہر چیز اور ہر چیز کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے جگہ دے گا اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کر رہا ہے۔ لہذا یہ رویہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔ اسلامی تعلیم ایک شخص اور اس کے بچوں کو شیطان کی چالوں سے بچانے کی کلید ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کی نذر کو قبول فرمایا اور ان کی پرورش ان کے چچا حضرت زکریا علیہ السلام کے سپرد کی۔ باب 3 علی عمران، آیت 37:

تو اس کے رب نے اسے خوش اسلوبی کے ساتھ قبول کیا اور اسے اچھی طرح سے بڑھایا اور اسے "زکریا کے سپرد کر دیا"

اس سے بچے کے سرپرست کی اہمیت کی نشاندہی ہوتی ہے، جیسے والدین، اپنے بچے کے لیے ایک اچھا رول ماڈل۔ والدین کو چاہیے کہ وہ قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھیں اور ان پر عمل کریں، تاکہ وہ اپنے بچے کے لیے مشاہدہ کرنے اور اس پر عمل

کرنے کے لیے ایک جسمانی نمونہ بن جائیں۔ یہ سمجھنا منطقی ہے کہ جب والدین اپنے اعمال کے ذریعے ان کی زبانی نصیحت کی مخالفت کرتے ہیں، تو وہ اپنے بچے پر مثبت اثر ڈالنے میں غیر موثر ہوں گے۔ مثال کے طور پر رہنمائی کرنا تمام انبیاء علیہم السلام کی سب سے اہم روایات میں سے ایک ہے، کیونکہ ان کا مشن اپنے پیروکاروں کے لیے عملی نمونہ بننا شامل ہے۔ اس لیے والدین کو اس روایت پر عمل کرنا چاہیے کیونکہ اپنے بچوں کو راہ راست پر لانا ان کا فرض ہے۔ مثال کے طور پر رہنمائی کرنے سے والدین کو اپنے بچے کو مذہبی تعلیم دینے میں بھی مدد ملے گی، کیونکہ وہ صرف مذہبی اساتذہ پر انحصار کرنے کی بجائے اپنے علم، تقریر اور عمل کے ذریعے انہیں براہ راست تعلیم دیتے ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ بہت سے مسلمان والدین اپنے بچوں کو تعلیم دینے کے لیے مساجد میں مذہبی اساتذہ پر انحصار کرتے ہیں، حالانکہ ان کے بچے ان مذہبی اساتذہ کے ساتھ بہت کم وقت گزارتے ہیں۔ بچے کے لیے دینی تعلیم کا بنیادی ذریعہ ان کے والدین ہونا چاہیے۔ لہذا، ہر والدین کو اسلامی تعلیمات کو سیکھنا اور ان پر عمل کرنا چاہیے تاکہ وہ اپنے بچے کے لیے عملی نمونہ بن سکیں اور والدین اپنے بچے کو صحیح طریقے سے تعلیم دینے کے لیے ضروری مذہبی علم حاصل کر سکیں۔ صرف اس صورت میں جب والدین اپنے بچے کے لیے ایک اچھے رول ماڈل کے طور پر پیش آئیں اور انہیں اسلامی علم سکھائیں تو ان سے معافی مل سکتی ہے اگر وہ بچہ صحیح رہنمائی پر گمراہی کا انتخاب کرے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ وضاحت کرتا ہے کہ وہ کس طرح ان لوگوں کو فراہم کرتا ہے جو خلوص دل سے اس کی اطاعت کرتے ہیں جس کی وہ توقع نہیں کر سکتے تھے تاکہ وہ اس دنیا میں ذہنی سکون حاصل کریں۔ باب 3 علی عمران، آیت 37

جب بھی زکریا اس کے پاس نماز کے کمرے میں داخل ہوتا تھا، اس نے اس کا سامان پایا، اس نے کہا، "اے مریم، یہ تمہارے پاس کہاں سے آ رہا ہے؟" اس نے کہا، "یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔"

حضرت زکریا علیہ السلام کی حیرت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو معجزانہ طریقے سے رزق دیا گیا تھا۔ کوئی بھی کم نہیں، یہ واقعہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتا ہے، ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے

استعمال کرتے ہوئے جو اسے آسمانی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، تو وہ دونوں جہانوں میں سکون
:باب 65 میں طلاق، آیت 2 قلب حاصل کرنے کے لیے اسے درکار چیزیں مہیا کر دیتا ہے۔

”اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔“

لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ یہ نتیجہ لوگوں کی خواہشات کے مطابق نہیں ہے۔ یہ ہمیشہ اللہ
تعالیٰ کے لامحدود علم اور حکمت کے مطابق ہوتا ہے۔ لہذا، یہ نتیجہ اس وقت ہوتا ہے جب یہ لوگوں
کے لیے بہترین ہو اور اس طریقے سے جو ان کے لیے بہتر ہو، چاہے یہ ان کے لیے واضح نہ ہو۔
:باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”
”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

لہذا انسان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا چاہیے، یہ جانتے ہوئے کہ انہیں ذہنی
سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی ملے گی، کسی نہ کسی طریقے سے اور یہ بات ان پر ظاہر ہے
:یا نہیں۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ ”
”زندگی بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کو عطا کردہ معجزانہ رزق کا مشاہدہ کرنے کے بعد ایک معجزاتی بچے کے لیے دعا کی جو ان سے نبوت کا وارث ہو گا تاکہ ان کا مشن جاری رہے۔ باب 3 علی عمران، آیات 37-38

زکریا اس کے پاس نماز کے کمرے میں داخل ہوا، اس نے اس کا سامان پایا، اس نے کہا، "اے بھی مریم، یہ کہاں سے آرہا ہے؟" اس نے کہا، "یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔" اس وقت زکریا نے اپنے رب کو پکارا اور کہا کہ اے میرے رب مجھے اپنی "طرف سے نیک اولاد عطا فرما۔ بے شک تو دعا کو سننے والا ہے۔"

قرآن پاک سے واضح ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کسی عام بچے کے لیے دعا نہیں کرتے تھے۔ اس کے بجائے وہ ایک ایسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعا کر رہے تھے جو ان کے مشن کو اس لیے اس نے دنیاوی چیز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے دینی نعمت کی درخواست کی۔ جاری رکھیں گے۔ باب 19 مریم، آیات 4-6

اس نے کہا اے میرے رب، بے شک میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں، اور میرا سر سفیدی سے بھر گیا ہے، اور میں کبھی تجھ سے فریاد کرنے میں نہیں تھا، اے میرے رب، ناخوش [یعنی مایوس]۔ اور بیشک میں اپنے بعد آنے والوں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما۔ جو میرا وارث ہو گا اور یعقوب کے خاندان سے میراث پائے گا۔ اور اے میرے رب اسے راضی کر دے۔"

اس دعا میں جو وراثت کا ذکر ہے اس سے مراد اس دینی مشن کی طرف ہے نہ کہ دنیاوی چیزوں کی، جیسا کہ انبیاء علیہم السلام نے مال کو وراثت کے طور پر نہیں چھوڑا۔ اس کے بجائے وہ علم کو پیچھے چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کی تصدیق سنن ابن ماجہ نمبر 223 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

یہ دعا مسلمانوں کو اپنی نیت درست کرنے کا درس بھی دیتی ہے۔ ان کی خواہشات کا تعلق آخرت سے ہونا چاہیے نہ کہ صرف مادی دنیا سے۔ مثال کے طور پر، ایک شادی شدہ جوڑے کو زمین پر اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں کی تعداد بڑھانے کے لیے اولاد کی خواہش کرنی چاہیے نہ کہ دنیاوی وجوہات کی بنا پر۔ یہ تب ہی حاصل ہوتا ہے جب کوئی اپنے بچوں کی پرورش اسلام کی تعلیمات کے مطابق کرے۔ لیکن یہ تب ہی ممکن ہے جب والدین اسلامی معلومات سیکھیں اور اس پر عمل کریں تاکہ وہ اپنے بچے کے لیے عملی نمونہ بن جائیں۔ اس کے علاوہ، ایک مسلمان جو مذہبی چیزوں کی خواہش رکھتا ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے ایسا کرتا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ ان کو یہ چیز نہ دینے کا انتخاب کرے جیسا کہ ایک بچہ تو انہیں چاہیے کہ وہ صبر کے ساتھ اس کی پسند کو قبول کریں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

باب 3 علی عمران، آیات 38-39

اس وقت زکریا نے اپنے رب کو پکارا اور کہا کہ اے میرے رب مجھے اپنی طرف سے نیک اولاد عطا فرما۔ بے شک تو دعا کا سننے والا ہے۔ ”تو فرشتوں نے اسے آواز دی جب وہ حجرے میں نماز... پڑھ رہے تھے، ”بے شک اللہ تجھے یحییٰ کی بشارت دیتا ہے

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اس دعا کو اطاعت کے عمل، معنی، دعا کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن پاک میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت روایات میں ہر دعا کا تعلق اطاعت سے ہے۔ اس کے علاوہ، قرآن پاک میں ہر دعا کسی ایسے شخص کے ذریعہ کی گئی تھی جو اطاعت کے اعمال کے لئے وقف تھا۔ انہوں نے زندگی بھر کوشش کی کہ وہ جو نعمتیں انہیں عطا کی گئی ہیں اُن کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کریں۔ یہ اس بات کو سمجھنے کی اہمیت کی نشاندہی کرتا ہے کہ دعائیں صحیح معنوں میں تب ہی موثر ہوتی ہیں جب انہیں اطاعت کے اعمال کے ساتھ ملایا جائے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمانوں نے سست رویہ اپنایا ہے جس کے تحت وہ دعائیں کرنے میں تو اچھے ہیں لیکن عملی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کریں گے۔ اس کی وجہ

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کے لیے کم سے کم توانائی، وقت اور دولت جیسے کسی دوسرے وسائل کی ضرورت نہیں ہے۔ اسلام کی تعلیمات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے یہ بات واضح ہے کہ دعاؤں کا مقصد اطاعت کے عمل سے مدد لینا ہے تاکہ وہ موثر ہو۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کا ہر قدم واضح طور پر ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے کس طرح جسمانی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ انہوں نے کبھی بھی صرف راحت یا فتح کی دعا ہی نہیں کی جبکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کام کرنے سے انکار کیا۔ جامع ترمذی نمبر 3499 میں موجود حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ دن کے اندر دو خاص اوقات جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعا کا مثبت جواب دیا جاتا ہے، دونوں کا تعلق اطاعت سے ہے۔ پہلا وقت براہ راست فرض نمازوں کے بعد ہے اور دوسرا رات کے آخری حصے میں ہے جب کہ رات کی نماز نفلی ادا کرنی چاہیے۔ مزید برآں، مندرجہ ذیل آیت واضح طور پر ظاہر کرتی ہے کہ دعاؤں کو مکمل اور موثر ہونے کے لیے اطاعت کے عمل سے مدد ملنی چاہیے۔ باب فاطر، آیت 10 35:

”... اس کی طرف اچھی بات چڑھتی ہے، اور عمل صالح اسے بلند کرتا ہے“

اس بات کو سمجھنے میں ناکامی کہ دعاؤں کی تائید اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے جسمانی اعمال سے ہونی چاہیے، مسلمانوں کی حالت میں مثبت تبدیلی نہ آنے کی ایک بڑی وجہ ہے، کیونکہ انسان کو اپنی زندگی میں مثبت تبدیلی لانے کے لیے اپنی نیت، قول اور فعل کو بدلنا ہوگا۔ باب 13 الرعد، آیت 11:

بے شک اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنے اندر کی حالت نہ بدلیں۔“

اس کے علاوہ، اپنی زندگی میں مثبت تبدیلیاں پیدا کرنے اور صرف دعاؤں پر بھروسہ کرنے سے بچنے کے لیے ان کے پاس موجود وسائل جیسے کہ ان کی توانائی کو استعمال کرنا چاہیے۔ مثال کے طور پر، جو شخص اپنی شریک حیات کے ساتھ شادی کے مسائل کا سامنا کر رہا ہے، اسے چاہیے کہ وہ مسائل کے حل کے لیے عملی اقدامات کرے اور اللہ تعالیٰ سے مدد کے لیے دعا کرے۔ وہ ان مسائل کے حل کے لیے عملی طور پر قدم اٹھانے سے گریز کر کے سست روی کا مظاہرہ نہیں کر سکتے جن کا انہیں سامنا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ سے اپنی دعاؤں پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، یہ غیر فعال اور غلط رویہ اسلام کی تعلیمات سے متصادم ہے۔

باب 3 علی عمران، آیت 39

تو فرشتوں نے اس کو آواز دی جب وہ حجرے میں نماز پڑھ رہا تھا کہ بے شک اللہ تمہیں یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کی طرف سے ایک کلمہ کی تصدیق کرتا ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشن کی تصدیق اور تائید کی، جن کو اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لفظ کہا گیا ہے، جیسا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی طرح فطری ذرائع کے بجائے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ذریعے قائل تھے۔ باب 3 علی عمران، آیت 59

بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے، اس نے انہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اس ”سے کہا کہ ہو جا، تو وہ ہو گیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف متوجہ ہونا شروع کر دیتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کا یہ باب بھی آپ کی معجزانہ ولادت اور فطرت سے متعلق ہے جس کی عیسائیوں نے غلط تشریح کی تھی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی چند صفات بیان فرماتا ہے جنہیں اپنانے کی تمام مسلمانوں کو کوشش کرنی چاہیے۔ باب 3 علی عمران، آیت 39

”بے شک اللہ آپ کو یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کی طرف سے ایک کلمے کی تصدیق کرتا ہے“
”...اور [جو رہنما ہوگا

اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی ایسا شخص تھا جس نے دوسروں کو زبانی طور پر نیکی کرنے کی نصیحت کرنے کی بجائے مثال کے طور پر رہنمائی کی اور خود ایسا کرنے میں ناکام رہے۔ جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، مثال کے طور پر رہنمائی کرنا ایک اہم خوبی ہے جسے اپنانا ضروری ہے کیونکہ جو شخص صرف زبانی طور پر دوسروں کو نصیحت کرتا ہے وہ لوگوں کو، جیسے کہ ان کے بچوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے ترغیب دینے میں کم کارگر ثابت ہوگا۔ مثال کے طور پر رہنمائی کرنے میں ناکامی ایک بڑی وجہ ہے کہ بہت سے مبلغین اپنے سامعین کو اسلامی طرز زندگی اپنانے کی ترغیب دینے میں ناکام رہتے ہیں، کیونکہ وہ تبلیغ کرتے ہیں جس پر وہ عمل نہیں کرتے ہیں۔ باب 61 الصف، آیات 2-3

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو، اللہ کے نزدیک یہ بات سخت "ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں۔"

باب 3 علی عمران، آیت 39

بے شک اللہ تمہیں یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کی طرف سے ایک کلمے کی تصدیق کرنے والا ”
ہے اور [جو رہنما ہو گا، پرہیز گا۔“

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے مادی دنیا سے لاتعلقی زندگی اختیار کی۔ اسلام مسلمانوں کو روحانی طور پر مادی دنیا سے الگ ہونے کی ترغیب دیتا ہے اور یہ دنیا سے مکمل جسمانی لاتعلقی کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا، جسے ربانیت کہا جاتا ہے، اور اکثر راہب اس پر عمل کرتے ہیں۔ باب 57
الحدید، آیت 27:

پھر ہم نے ان کے نقش قدم پر اپنے پیغمبر بھیجے اور عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ ان کی پیروی کی ”
اور انہیں انجیل دی اور ہم نے ان کے پیروکاروں کے دلوں میں ہمدردی اور رحم اور ربانیت ڈال دی
جو انہوں نے اختراع کی، ہم نے ان کے لیے یہ مشروع نہیں کیا سوائے اس کے کہ انہوں نے اس کی
تعمیل نہ کی، لیکن اس پر عمل کرنے کے لیے تمام تر توجہ حاصل کی۔ ان میں سے جو لوگ ایمان
لائے ان کو ہم نے ان کا اجر دیا لیکن ان میں سے اکثر نافرمان ہیں۔

ربانیت میں مادی دنیا سے جسمانی طور پر لاتعلقی شامل ہے جس کے تحت انسان ہر قسم کی دنیاوی
ذمہ داریوں سے اجتناب کرتا ہے، جیسے کہ حلال رزق کمانا۔ جیسا کہ لوگوں کو اس دنیا میں رہنا
چاہیے، اسلام ربانیت کا حکم نہیں دیتا۔ اس کے بجائے، اسلام ایک روحانی لاتعلقی کا درس دیتا ہے
جس کے تحت انسان اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں پورا کرتے ہوئے
مادی دنیا کے ساتھ تعامل کرتا ہے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص ان نعمتوں کو صحیح
طریقے سے استعمال کرتا ہے جس کا ذکر قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں
بیان کیا گیا ہے، بجائے اس کے کہ ان کو اپنی خواہشات کے مطابق استعمال کیا جائے۔ یہ یقینی بنائے
گا کہ مادی دنیا کسی کے ہاتھ میں رہے گی اور ان کے روحانی دل میں نہیں ہے۔ جو ان نعمتوں کو

اپنی خواہشات کے مطابق استعمال کرتا ہے وہ مادی دنیا سے لگا ہوا ہے، خواہ اس کے پاس چند دنیاوی چیزیں کیوں نہ ہوں۔ جبکہ جو شخص ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتا ہے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، وہ مادی دنیا سے لاتعلق ہے، خواہ وہ پوری دنیا کا مالک ہو۔

باب 3 علی عمران، آیت 39

بے شک اللہ تمہیں یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کی طرف سے ایک کلمے کی تصدیق کرتا ہے ” اور [جو] پیشوا، پرہیزگار اور نیک لوگوں میں سے ایک نبی ہوگا۔

حضور یحییٰ علیہ السلام کی صفات کا ذکر کرنے سے پہلے ان کی نبوت کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے بھی لوگ ان کی عملی طور پر پیروی کر سکتے ہیں اور ان کی پیروی ضرور کر سکتے ہیں۔ بعض لوگ یہ غلط عقیدہ اختیار کرتے ہیں کہ بحیثیت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خدائی رہنمائی اور تحفظ یافتہ ہیں اس کا مطلب ہے کہ ان کی عملی طور پر پیروی نہیں کی جا سکتی۔ یہ ایک غلط عقیدہ ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا مقصد ہی اپنی برادریوں کے لیے عملی نمونہ بننا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام، وہ انسان ہیں جو دوسرے انسانوں جیسے جذبات کو محسوس کرتے ہیں، جیسے غصہ، اور یہی وجہ ہے کہ انہیں اپنی برادریوں کے لیے رول ماڈل کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ بہت سے مسلمانوں نے اپنے سامعین کو محظوظ کرنے کے لیے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ان کے بہت اعلیٰ مقام اور ان کے معجزات جیسے پہلوؤں پر بحث کرنے کا رویہ اختیار کیا ہے لیکن جان بوجھ کر ان کی خصوصیات پر بحث کرنے سے گریز کیا ہے، کیونکہ وہ جھوٹا عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کی انسانی صفات اور خصوصیات پر بحث کرنے سے ان کی حیثیت گھٹ جاتی ہے اور ان کو بہت زیادہ انسان بنایا جاتا ہے۔ یہ ایک اور بڑی وجہ ہے کہ بہت سے مسلمان عملی طور پر

انبیاء علیہم السلام کی پیروی کرنے میں ناکام رہتے ہیں کیونکہ مبلغین کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنی خصوصیات پر بحث نہیں کرتے۔

:باب 3 علی عمران، آیت 39

اور نیک لوگوں میں سے ایک نبی۔“

اس سے یہ بھی ظاہر ہو سکتا ہے کہ نبوت کی جڑ صداقت کو اپنانا ہے۔ راستبازی تب ہوتی ہے جب کوئی ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتا ہے جو انہیں دی گئی ہیں جیسا کہ الہی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ لہذا صداقت وہ چیز ہے جو صرف نبوت کے لیے نہیں ہے اور اسے تمام لوگوں کو اپنانا چاہیے۔

:باب 3 علی عمران، آیت 39

اور نیک لوگوں میں سے ایک نبی۔“

یہ آیت مسلمانوں کو تقویٰ اختیار کرنے کی ترغیب بھی دیتی ہے تاکہ وہ آخرت میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مل جائیں۔ باب 4 النساء آیت 69

اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انبیاء، "ثابت قدمی کرنے والے، شہداء اور صالحین کا فضل کیا ہے، اور وہ لوگ بہترین ہیں جو ساتھی ہیں۔"

پس اس سے مزید معلوم ہوتا ہے کہ آخرت میں انبیاء علیہم السلام سے ملنا ان کی تعلیمات اور طرز عمل پر عمل پیرا ہوئے بغیر ممکن نہیں۔ پچھلی قومیں بھی اپنے انبیاء علیہم السلام سے محبت، احترام اور ان پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتی ہیں، پھر بھی وہ آخرت میں ان سے متحد نہیں ہوں گی کیونکہ وہ عملی طور پر ان کی پیروی کرنے میں ناکام رہی ہیں۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس طرز عمل سے بچیں اور عملی طور پر انبیاء علیہم السلام کی پیروی کرتے ہوئے ان کی پاکیزہ خصوصیات کو اپنائیں تاکہ آخرت میں ان کے ساتھ مل سکیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ ولادت پر بحث کرنے سے پہلے، ایک حیاتیاتی والد کی مداخلت کے بغیر، اللہ تعالیٰ، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی معجزانہ ولادت کا ذکر کرتا ہے، جو انتہائی بوڑھے اور بانجھ والدین کے ہاں پیدا ہوئے۔ باب 3 علی عمران، آیت 40

اس نے کہا اے میرے رب میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا جب کہ میں بڑھاپے کو پہنچ چکا ہوں اور "میری بیوی بانجھ ہے؟ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ ایک معجزاتی واقعہ، جیسا کہ عام ذرائع سے باہر بچے کی پیدائش، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مرضی سے مربوط ہے، جو لامحدود ہے۔ اس لیے اس طرح کے معجزاتی واقعے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس میں ملوث لوگ الہی مخلوق ہیں۔

عام طور پر دیکھا جائے تو اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتا ہے، ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو انہیں آسمانی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ انہیں ذہنی سکون اور دونوں: باب 65 میں طلاق، آیت 2 جہانوں میں کامیابی ملے، خواہ یہ ان پر واضح نہ ہو۔

”اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔“

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ کامیابی اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم اور حکمت کے مطابق ہوتی ہے، نہ کہ لوگوں کی خواہشات اور منصوبوں کے مطابق۔ لہذا، یہ بہترین: باب 2 البقرہ، آیت 216 وقت اور بہترین طریقے سے ہوتا ہے اگرچہ یہ لوگوں پر واضح نہ ہو۔

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

:باب 3 علی عمران، آیت 41

اس نے کہا اے میرے رب میرے لیے کوئی نشانی بنا دے، اس نے کہا: تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے اشارہ کے بغیر بات نہیں کر سکو گے۔ اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کیا ”کرو اور شام اور صبح اس کی تسبیح کرو۔“

یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب بھی کوئی اچھی چیز واقع ہوتی ہے، جیسے کہ بچے کی پیدائش، انسان کو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمان دنیاوی چیزوں کے لیے دعا کرتے ہیں اور جب وہ انہیں حاصل کرتے ہیں تو اکثر اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں اور اس طرح اس کا شکر ادا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 12:

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہم کو پکارتا ہے خواہ اس کے پہلو میں ہو یا بیٹھا ہو ” یا کھڑا ہو، لیکن جب ہم اس کی تکلیف کو اس سے دور کر دیتے ہیں تو وہ اس طرح چلتا رہتا ہے کہ گویا اس نے ہمیں کبھی اس مصیبت کو دور کرنے کے لیے پکارا ہی نہ ہو، اس طرح ظالموں کے ”لیے خوشنما ہو جاتا ہے جو وہ کرتے رہے ہیں۔“

اس رویہ سے بچنا چاہیے اور آسانی کے وقت شکر گزاری اور مشکل کے وقت صبر کو اپنانا چاہیے کسی کی نیت میں شکر ادا کرنے میں صرف تاکہ ہر حال میں برکت، ثواب اور ذہنی سکون حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے عمل کرنا شامل ہے۔ کسی کی تقریر میں شکر گزاری میں وہ بات کرنا شامل ہے جو اچھی ہے یا خاموش رہنا۔ اور اپنے اعمال میں شکرگزاری میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اس طرح ہے کہ اس کی حمد کیسے کی جائے۔ باب 3 علی عمران، آیت 41

نے کہا اے میرے رب میرے لیے کوئی نشانی بنا دے اس نے کہا تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے اشارے کے سوا بات نہیں کر سکو گے۔ اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کیا کرو ”اور شام اور صبح اس کی تسبیح کرو۔“

مزید برآں، صبر میں کسی کی بات یا عمل سے شکایت کرنے سے گریز کرنا اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ثابت قدم رہنا، اس بات پر یقین رکھنا کہ وہ صرف وہی انتخاب کرتا ہے جو ان کے لیے بہتر ہے، چاہے یہ ان کے لیے واضح نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

لہذا ہر حال میں صحیح طریقے سے عمل کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی مسلسل مدد اور رحمت حاصل ہوتی ہے جس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں سکون قلب حاصل ہوتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 7500 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

باب 3 علی عمران، آیت 41

اس نے کہا اے میرے رب میرے لیے کوئی نشانی بنا دے، اس نے کہا: تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے اشارہ کے بغیر بات نہیں کر سکو گے۔ اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کیا ”کرو اور شام اور صبح اس کی تسبیح کرو۔“

حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نشانی کی درخواست نہیں کی کیونکہ انہیں شک تھا۔ اس نے اپنے یقین کے یقین کو مزید مضبوط کرنے کے لیے صرف ایک نشان مانگا تھا، جو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو تقویت دے گا۔ چنانچہ اس سلسلے میں وہ مضبوط ایمان کے ذریعے اللہ

تعالیٰ کی مزید اطاعت کرنے کی استطاعت طلب کر رہے تھے۔ اس لیے مضبوط ایمان حاصل کرنے کے لیے بہت ضروری ہے کیونکہ یہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہے، ہر حال میں، خواہ آسانی ہو یا مشکل۔ پختہ ایمان تب حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص قرآن پاک میں موجود واضح دلائل و شواہد کو سیکھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات جو اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ کس قدر خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتی ہے۔ دوسری طرف جو اسلامی تعلیمات سے غافل رہے گا وہ کمزور ایمان حاصل کر لے گا۔ یہ شخص جب بھی ان کی خواہشات کے خلاف ہو گا تو آسانی سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا کیونکہ وہ یہ دیکھنے میں ناکام رہتے ہیں کہ کس طرح اپنی خواہشات کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے سے دونوں جہانوں میں سکون ملتا ہے۔ لہذا اسلامی علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے ایمان کا یقین حاصل کرنا چاہیے تاکہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دونوں جہانوں میں ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرے اور ہر ایک اور ہر چیز کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھ کر ذہنی سکون حاصل کریں۔

باب 3 علی عمران، آیت 41

نے کہا اے میرے رب میرے لیے کوئی نشانی بنا دے اس نے کہا تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم تین اس دن تک لوگوں سے اشارے کے سوا بات نہیں کر سکو گے۔ اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کیا کرو "اور شام اور صبح اس کی تسبیح کرو۔"

جب قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی گئی ہے تو اس کا ذکر اکثر اس کی حمد کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ لیکن اس صورت میں صرف بلندی بیان کی گئی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف کسی منفی چیز کو منسوب کرنے سے گریز کرنا شامل ہے۔ صرف بلندی کا ذکر کرنے سے یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ معجزاتی واقعات میں مثلاً معجزاتی طریقوں سے بچے کی پیدائش میں کسی کو ایسی چیز کا یقین یا دعویٰ نہیں کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو چیلنج کرتی ہو، جیسے کہ معجزاتی بچے کا دعویٰ کرنا۔ اس کے بجائے، انسان کو اللہ کی بڑائی کرنی چاہیے، اس کی طرف اس جیسی کوئی منفی بات منسوب کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو چیلنج کرنے والی کسی بھی چیز کا دعویٰ نہ کرنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرنے کے بعد آیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر بحث کرتی ہیں۔ باب 3 علی عمران، آیت 42

جب فرشتوں نے کہا اے مریم بیشک اللہ نے تجھے چن لیا ہے اور تجھے پاک کیا ہے اور تجھے اور تمام جہانوں کی عورتوں پر منتخب کیا ہے۔

مریم رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ کی مستقل اور مخلصانہ اطاعت کی وجہ سے یہ درجہ اور انعام ملا۔ اس فرمانبرداری میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو کسی کو عطا کی گئی ہیں جیسا کہ الہی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ مزید برآں، روحانی قلب کی تزکیہ میں اسلامی تعلیمات کے اندر زیر بحث اچھی خصوصیات کو سیکھنا اور اپنانا شامل ہے، جیسے صبر، شکر اور سخاوت، اور ان منفی خصوصیات سے بچنا جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، جیسے حسد، غرور اور لالچ۔ جو ان سنن ابن کے روحانی دل کو پاک کرے گا وہ اپنے اعمال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا۔ میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ اس سے ذہنی سکون، سلامتی ماجہ نمبر 3984 اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ باب 26 اشعرا، آیات 88-89

"جس دن مال و اولاد کسی کے کام نہیں آئے گی، مگر وہ جو اللہ کے پاس سچے دل کے ساتھ آئے۔"

باب 3 علی عمران، آیت 42

جب فرشتوں نے کہا اے مریم بیشک اللہ نے تجھے چن لیا ہے اور تجھے پاک کیا ہے اور تجھے اور تمام جہانوں کی عورتوں پر منتخب کیا ہے۔

مزید برآں، اس طرح سے چنا اور پاک ہونا الوہیت کی طرف اشارہ نہیں کرتا جیسا کہ مریم رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جدوجہد کی۔ اگر وہ الہی ہوتی تو اس طرح برتاؤ نہ کرتی، جیسا کہ الہی مخلوق کی عبادت کی جاتی ہے، وہ کسی دوسرے ہستی کی عبادت یا اطاعت نہیں کرتے۔ باب 3: علی عمران، آیت 43

"اے مریم، اپنے رب کی اطاعت کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ سجدہ کرو اور رکوع کرو۔"

جیسا کہ پہلے بحث کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جیسا کہ خدائی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کی جائے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھا جائے۔ اس سے ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے مفاد کے لیے اسلامی تعلیمات کو قبول کرے اور اس پر عمل کرے، چاہے وہ اس کی خواہشات کے خلاف ہو۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہیے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے لیے بہترین ہے، حالانکہ انہیں کڑوی دوائیں تجویز کی گئی ہیں اور ایک سخت خوراک کا منصوبہ ہے۔ جس طرح یہ عقلمند مریض اچھی ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ شخص جو اسلامی تعلیمات کو قبول کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف وہی علم ہے جس کے پاس کسی شخص کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کو یقینی بنانے کے لیے ضروری علم ہے، وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ معاشرے میں موجود انسانوں کی ذہنی اور جسمانی حالتوں کا علم اس نتیجے کو حاصل کرنے کے لیے کبھی بھی کافی نہیں ہو گا، تمام تر تحقیق کے باوجود، کیونکہ وہ اپنی زندگی کے ہر مسئلے کو حل نہیں کر سکتے، ان کے مشورے ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی تناؤ سے بچنے کا باعث

نہیں بن سکتے اور نہ ہی ان کی نصیحتیں محدود علم، تجربے اور کم علمی کی وجہ سے اپنی زندگی میں ہر چیز کو صحیح طریقے سے اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں رکھنے کا باعث بن سکتی ہیں۔ یہ علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اس نے اسے قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کی صورت میں انسانوں کو عطا کیا ہے۔ یہ حقیقت اس وقت عیاں ہوتی ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو اسلامی تعلیمات کے مطابق عطا کی گئی نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں اور اگرچہ، زیادہ تر معاملات میں، مریض اپنی تجویز کردہ دوائیوں کے پیچھے سائنس جو نہیں کرتے۔ کو نہیں سمجھتے اور اس لیے اپنے ڈاکٹر پر اندھا اعتماد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی پر اس کے مثبت اثرات کو سمجھ سکیں۔ وہ لوگوں سے یہ توقع نہیں کرتا کہ وہ اسلام کی تعلیمات پر اندھا اعتماد کریں بلکہ وہ چاہتا ہے کہ وہ اس کی سچائی کو اس کے واضح دلائل سے پہچانیں۔ لیکن اس کے لیے انسان کو اسلام کی تعلیمات باب 12 یوسف، سے رجوع کرتے ہوئے غیر جانبدارانہ اور کھلے ذہن کو اپنانے کی ضرورت ہے۔

آیت 108:

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو "

"...میری پیروی کرتے ہیں"

اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی لوگوں کے روحانی دلوں کو کنٹرول کرتا ہے، ذہنی سکون کا گھر، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کون اسے حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43:

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون دے گا جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔

باب 3 علی عمران، آیت 43

"اے مریم، اپنے رب کی اطاعت کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ سجدہ کرو اور رکوع کرو۔"

اس سے مریم رضی اللہ عنہا کی طرف الوہیت منسوب کرنے کی مزید نفی ہوتی ہے، جیسا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے دوسرے نیک بندوں نے کیا تھا۔ اس کے علاوہ یہ آیت اچھی صحبت کی اہمیت پر بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ انسان ہمیشہ اپنے ساتھیوں سے متاثر ہوتا ہے، خواہ مثبت ہو یا منفی اور ظاہری طور پر یا لطیف۔ صحیح بخاری نمبر 5534 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والوں کا ساتھ دینا چاہیے تاکہ ان کو بھی اس کی ترغیب ملے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والوں کا ساتھ دینے والا ان کا رویہ اور طرز عمل اختیار کرے گا اور اس وجہ سے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں گے اور ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے۔ یہ رویہ انہیں متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے سے روکے گا اور انہیں اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دینے کا سبب بنے گا۔ لہذا یہ رویہ انہیں ذہنی سکون حاصل کرنے سے روک دے۔ باب 9 توبہ گا، چاہے وہ تفریح کے لمحات کا تجربہ کریں اور دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔

آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [بھر [زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔" وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

اس لیے یہ یقینی بنانا چاہیے کہ وہ اچھے لوگوں کے ساتھ ہوں اور اپنے زیر کفالت افراد، جیسے کہ ان کے بچے، کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دیں۔

باب 3 علی عمران، آیت 43

"اے مریم، اپنے رب کی اطاعت کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ سجدہ کرو اور رکوع کرو۔"

یہ اس بات کی بھی نشاندہی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اس کی عملی اطاعت کے ذریعے اپنے ایمان کی تائید کی اہمیت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان ایک پودے کی مانند ہے جسے پھلنے پھولنے کے لیے اطاعت کے ساتھ پرورش پانا ضروری ہے۔ جس طرح ایک پودا جو سورج کی روشنی جیسی پرورش حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے وہ پھلنے پھولنے میں ناکام رہتا ہے اور وہ مر بھی سکتا ہے، اسی طرح جو شخص اس کی پرورش نہ کرے اس کا ایمان نہ پھلے پھولے گا اور اس کے مرنے کا شدید خطرہ ہے۔ یہ سب سے بڑا نقصان ہے۔

باب 3 علی عمران، آیت 43

"اے مریم، اپنے رب کی اطاعت کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ سجدہ کرو اور رکوع کرو۔"

فرض نمازوں کو قائم کرنے میں ان اس سے بھی فرض نمازوں کے قیام کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ کی مکمل شرائط اور آداب کے ساتھ ادا کرنا بھی شامل ہے، جیسے کہ وقت پر پڑھنا۔ فرض نمازوں کا قیام قرآن پاک میں اکثر دہرایا گیا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کا سب سے اہم عملی ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ روزانہ کی نمازیں تمام پھیلی ہوئی ہیں، یہ روز قیامت کی مستقل یاد دہانی کے طور پر کام کرتی ہیں اور عملی طور پر اس کی تیاری کرتی ہیں، کیونکہ فرض نماز کا ہر مرحلہ قیامت سے جڑا ہوا ہے۔ جب کوئی صحیح معنوں میں کھڑا ہوتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح کھڑا ہوتا ہے۔ باب 83 المطففین، آیات 4-6

کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے، ایک عظیم دن کے لیے جس دن انسان رب "العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے؟

جب وہ جھکتے ہیں، تو یہ انہیں بہت سے لوگوں کی یاد دلاتا ہے جن پر قیامت کے دن تنقید کی جائے گی کہ انہوں نے زمین پر اپنی زندگی کے دوران اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ نہ کیا۔ باب 77 المرسلات، آیت 48

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو تو وہ رکوع نہیں کرتے۔

اس تنقید میں زندگی کے تمام پہلوؤں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو عملی طور پر تسلیم نہ کرنا بھی شامل ہے۔ جب کوئی نماز میں سجدہ کرتا ہے تو یہ انہیں یاد دلاتا ہے کہ کس طرح لوگوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے کی دعوت دی جائے گی۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے زمین پر اپنی زندگی کے دوران اسے صحیح طریقے سے سجدہ نہیں کیا، جس میں ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں میں اس کی اطاعت شامل ہے، وہ قیامت کے دن ایسا نہیں کر سکیں گے۔ باب 68 القلم، آیات 42-43

جس دن حالات سنگین ہو جائیں گے، انہیں سجدہ کرنے کی دعوت دی جائے گی، لیکن ایسا کرنے "سے روکا جائے گا، ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی، ذلت ان پر چھائی ہوئی ہے، اور انہیں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا جب وہ ٹھیک تھے۔"

جب کوئی نماز میں گھٹتوں کے بل بیٹھتا ہے تو یہ انہیں یاد دلاتا ہے کہ وہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے آخری فیصلے سے ڈرتے ہوئے اس مقام پر بیٹھے ہوں گے۔ باب 45 الجثیہ، آیت 28

اور تم ہر امت کو گھٹتے ٹیکتے ہوئے دیکھو گے اور ہر قوم کو اس کے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا کہ آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

جو ان عناصر کو ذہن میں رکھ کر نماز پڑھے گا وہ اپنی نماز کو صحیح طور پر قائم کرے گا۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ نماز کے درمیان خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ باب: العنکبوت، آیت 29 45

“...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے”

اس اطاعت میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس کو راضی کرنے کے طریقے سے عطا کی گئی ہیں جیسا کہ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ مکہ کے غیر مسلموں اور مدینہ میں رہنے والے اہل کتاب دونوں کو یاد دلاتا ہے کہ جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سابقہ آسمانی صحیفوں کا مطالعہ نہیں کیا تھا، جس کا وہ انکار نہیں کرتے تھے، وہ ان آیات میں مذکور تفصیلات کو نہیں جان سکتے تھے جب تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں وحی الہی کے ذریعے نہ بتاتا۔ باب 3 علی عمران، آیت 44

یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں، اور آپ ان کے ساتھ نہیں تھے "جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ ان میں سے مریم کے لیے کون ذمہ دار ہے، اور آپ ان کے ساتھ نہیں تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔"

اہل کتاب میں سے علماء نے اسلام کی حقانیت کو واضح طور پر پہچان لیا کیونکہ انہوں نے قرآن کریم کو اس طرح پہچانا جیسے وہ اس کے مصنف سے واقف تھے۔ اور انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کریم کو پہچان لیا جیسا کہ ان دونوں کے بارے میں ان کے آسمانی صحیفوں میں گفتگو ہوئی ہے۔ باب 6 الانعام، آیت 20

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو پہچانتے ہیں۔ [قرآن پاک] جیسا کہ وہ اپنے [اپنے] بیٹوں کو "..." پہچانتے ہیں

:اور باب 2 البقرہ، آیت 146

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو ” جانتے ہیں۔“

اہل کتاب اس بات پر رشک کرتے تھے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بھائی حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد ہونے کے بجائے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، جیسا کہ وہ تھے۔ چونکہ ان کا پورا مذہب حسب و نسب کی اہمیت کے گرد ڈھل گیا تھا، جس نے ان کے مطابق انہیں باقی بنی نوع انسان پر فوقیت دی، اس لیے وہ ایک ایسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول اور پیروی نہیں کر سکتے تھے، جو ایک دوسرے سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ صرف ان کی برتری کے کمپلیکس کو تباہ کرے گا جو انہوں نے گھڑا تھا۔

چونکہ مکہ کے غیر مسلم عربی زبان کے ماہر تھے وہ جانتے تھے کہ قرآن پاک کسی مخلوق کے الفاظ نہیں ہیں۔ اور جیسا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چالیس سال گزارے تھے، نبوت کے اعلان سے پہلے وہ جانتے تھے کہ وہ جھوٹے نہیں ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 16

"کیونکہ میں اس سے پہلے زندگی بھر تمہارے درمیان رہا تھا، پھر کیا تم عقل نہیں کرو گے؟..."

مکہ کے غیر مسلموں کے رئیس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کرنے اور ان کی پیروی کرنے کے ساتھ زندہ نہیں رہ سکتے تھے، جو ایک غریب یتیم تھے، باوجود اس کے کہ آپ کا تعلق

شریف ترین قبیلے سے تھا۔ چونکہ وہ قیادت، تسلط اور دولت کے خواہش مند تھے، جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا اور تمام مخلوقات پر امامت اور فضیلت عطا فرمائی تو ان پر رشک آیا۔

باب 3 - على عمران، آيات 45-64

إِذْ قَالَتِ الْمَلَكَةُ يَمْرَيْمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٤٥﴾

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٤٦﴾

قَالَتْ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمَسِّنِي بَشَرٌ قَالَ كَذَلِكَ اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا
فَأَنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٤٧﴾

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ﴿٤٨﴾

وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ أَنِّي أَخْلَقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ
كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي
الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدْخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن
كُنتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿٤٩﴾

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَلَأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ
وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ﴿٥٠﴾

إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٥١﴾

﴿ فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ

أَنْصَارُ اللَّهِ ءَامَنَّا بِاللَّهِ وَأَشْهَدُ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٥٢﴾

رَبَّنَا ءَامَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿٥٣﴾

﴿ وَمَكُرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكِرِينَ ﴿٥٤﴾

إِذْ قَالَ اللَّهُ لِعِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ
الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَى مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ
فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٥٥﴾

﴿ فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأَعَذَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَالَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿٥٦﴾

﴿ وَأَمَّا الَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿٥٧﴾

﴿ ذَلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ ﴿٥٨﴾

﴿ إِنَّ مَثَلَ عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾

﴿ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٦٠﴾

﴿ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا

وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴿٦١﴾

إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ وَابْتَكَ اللَّهُ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾

قُلْ يَتَاهِلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا

مُسْلِمُونَ ﴿٦٤﴾

جب فرشتوں نے کہا اے مریم، بیشک اللہ تمہیں اپنے پاس سے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے، جس کا " نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا، جو دنیا اور آخرت میں ممتاز اور مقربوں میں سے ہوگا۔

"وہ لوگوں سے گہوارے میں اور جوانی میں بات کرے گا اور صالحین میں سے ہوگا۔

اس نے کہا، اے میرے رب، جب مجھے کسی مرد نے ہاتھ تک نہیں لگایا تو میرے بچے کیسے ہوں گے۔ (فرشتے نے) کہا کہ اللہ ایسا ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو صرف یہ کہتا ہے کہ ہو جا، تو وہ ہو جاتا ہے۔

اور وہ اسے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائے گا۔

اور بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا لو کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں کہ تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔ اور میں اندھے اور کوڑھی کو شفا دیتا ہوں اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں - اللہ کے حکم سے۔ اور میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ کرتے ہو۔ یقیناً اس میں تمہارے لیے نشانی ہے اگر تم مومن ہو۔

اور [میں آیا ہوں] جو کچھ مجھ سے پہلے تورات میں تھا اس کی تصدیق کرتا ہوں اور تمہارے لیے ان چیزوں کو حلال کرتا ہوں جو تم پر حرام تھیں۔ اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں، پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

"بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے، پس تم اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔

لیکن جب عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کفر محسوس کیا تو فرمایا: اللہ کے لیے میرے حمایتی کون ہیں؟ حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے حامی ہیں، ہم اللہ پر ایمان لے آئے ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔

اے ہمارے رب، ہم نے جو کچھ تو نے نازل کیا ہے اس پر ایمان لے آئے اور رسول (عیسیٰ علیہ السلام) کی پیروی کی تو ہمیں گواہوں میں شامل کر لے۔

اور انہوں نے منصوبہ بنایا لیکن اللہ نے منصوبہ بنایا۔ اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔

جب اللہ نے کہا کہ اے عیسیٰ، میں تمہیں لے کر اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تمہیں کافروں سے پاک کروں گا اور تمہاری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک کافروں پر فضیلت دوں گا، پھر تمہاری واپسی میری طرف ہے اور میں تمہارے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا میں ان کو دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہو گا۔

لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے وہ ان کو ان کا پورا پورا اجر دے گا اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

یہ ہے جو ہم آپ کو پڑھتے ہیں، [اپنی آیات اور حکیمانہ نصیحت] قرآن۔

بے شک اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے۔ اس کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اس نے اس سے کہا کہ ہو جا اور وہ ہو گیا۔

حق تیرے رب کی طرف سے ہے پس شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔

پھر جو کوئی آپ کے پاس علم آنے کے بعد آپ سے اس بارے میں جھگڑے تو آپ کہہ دیجئے کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو، اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو، اپنے آپ کو اور اپنے آپ کو بلائیں، پھر دل سے دعا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔

بے شک یہ صحیح روایت ہے۔ اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

پھر اگر وہ روگردانی کریں تو بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور اللہ کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں۔ پھر اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی معجزانہ ولادت پر بحث کرنے کے بعد، جس میں ان کے دو انتہائی بوڑھے اور بانجھ والدین نے آپ کو جنم دیا، اللہ تعالیٰ نے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ ولادت پر گفتگو فرمائی، جن کی پیدائش اور بغیر حیاتیاتی باپ کے۔ یہ منطقی ترتیب بتاتی ہے کہ اگرچہ دونوں پیدائشیں معجزاتی تھیں لیکن ان میں سے کوئی بھی الہی نہیں تھا، کیونکہ دونوں معجزاتی پیدائشوں کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی قدرت تھی۔ باب 3 علی عمران، آیت 45

جب فرشتوں نے کہا اے مریم بیشک اللہ تمہیں اپنے پاس سے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس ” کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام کہا جاتا ہے، جیسا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے حکم اور کلام سے پیدا کیا گیا، بالکل اسی طرح جیسے حضرت آدم علیہ السلام، جن کی تخلیق بھی معجزانہ طریقے سے ہوئی۔ باب 3 علی عمران، آیت 59

بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے، اس نے انہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اس ” سے کہا کہ ہو جا، تو وہ ہو گیا۔

اس کے علاوہ اگرچہ روایت ہے کہ کسی شخص کو ان کا باپ کہہ کر پکارا جائے لیکن جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں ہے، اس لیے انہیں ہمیشہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کہا جاتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا تذکرہ کرنے سے پہلے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعض خصوصیات کا تذکرہ فرماتا ہے تاکہ لوگوں کو ان کی خصوصیات کو اپنا کر عملی طور پر آپ کی پیروی کرنے کی ترغیب دی جائے۔ باب 3 علی عمران آیت 45

”جس کا نام مسیح، عیسیٰ ابن مریم ہوگا، جو دنیا اور آخرت میں ممتاز اور مقربوں میں سے ہوگا۔“

اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جدوجہد کی اور اس کے نتیجے میں وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے قریب ہو گا۔ اس فرمانبرداری میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو کسی کو عطا کی گئی ہیں جیسا کہ الہی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ جو جتنا زیادہ اس پر ثابت قدم رہے گا، اتنا ہی اسے دونوں جہانوں میں قلبی سکون اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ایک اور عنصر ہے جو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے کے لیے ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔ جس طرح ایک شخص اس وقت راحت اور اطمینان محسوس کرتا ہے جب کوئی ان سے محبت کرنے والا اس کے قریب ہوتا ہے، اسی طرح جب کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور رحمت کی وجہ سے راحت اور اطمینان محسوس کرتا ہے جو ہر حال میں اس کا احاطہ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتا ہے، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرے گا اور وہ ہر چیز اور ہر چیز کو اپنی زندگی میں صحیح طور پر جگہ دے گا اور قیامت کے دن اپنے اس احتساب کے لیے مناسب تیاری کر رہا ہے۔ یہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔

لیے ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے مفاد کے لیے اسلامی تعلیمات کو قبول کرے اور اس پر عمل کرے، چاہے وہ اس کی خواہشات کے خلاف ہو۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہیے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے لیے بہترین ہے، حالانکہ انہیں کڑوی دوائیں تجویز کی گئی ہیں اور ایک سخت خوراک کا منصوبہ ہے۔ جس طرح یہ عقلمند مریض اچھی ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ شخص جو اسلامی تعلیمات کو قبول کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف وہی علم ہے جس کے پاس کسی شخص کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کو یقینی بنانے کے لیے ضروری علم ہے، وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ معاشرے میں موجود انسانوں کی ذہنی اور جسمانی حالتوں کا علم اس نتیجے کو حاصل کرنے کے لیے کبھی بھی کافی نہیں ہو گا، تمام تر تحقیق کے باوجود، کیونکہ وہ اپنی زندگی کے ہر مسئلے کو حل نہیں کر سکتے، ان کے مشورے ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی تناؤ سے بچنے کا باعث نہیں بن سکتے اور نہ ہی ان کی نصیحتیں محدود علم، تجربے اور کم علمی کی وجہ سے اپنی زندگی میں ہر چیز کو صحیح طریقے سے اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں رکھنے کا باعث بن سکتی ہیں۔ یہ علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اس نے اسے قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کی صورت میں انسانوں کو عطا کیا ہے۔ یہ حقیقت اس وقت عیاں ہوتی ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو اسلامی تعلیمات کے مطابق عطا کی گئی نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں اگرچہ، زیادہ تر معاملات میں، مریض اپنی تجویز کردہ دوائیوں کے پیچھے اور جو نہیں کرتے۔ سائنس کو نہیں سمجھتے اور اس لیے اپنے ڈاکٹر پر اندھا اعتماد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ لوگوں کو

اسلام کی تعلیمات پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی پر اس کے مثبت اثرات کو سمجھ سکیں۔ وہ لوگوں سے یہ توقع نہیں کرتا کہ وہ اسلام کی تعلیمات پر اندھا اعتماد کریں بلکہ وہ چاہتا ہے کہ وہ اس کی سچائی کو اس کے واضح دلائل سے پہچانیں۔ لیکن اس کے لیے انسان کو اسلام کی تعلیمات سے رجوع کرتے ہوئے غیر جانبدارانہ اور کھلے ذہن کو اپنانے کی: باب 12 یوسف، آیت 108 ضرورت ہے۔

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ "..." جو میری پیروی کرتے ہیں

اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی لوگوں کے روحانی دلوں کو کنٹرول کرتا ہے، ذہنی سکون کا گھر، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کون اسے حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون دے گا جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کا تذکرہ کیا، جب وہ بچپن میں بولے اور دنیا کے ختم ہونے سے پہلے زمین پر واپس آنے کا اشارہ کیا۔ باب 3 علی عمران، آیت 46

“...وہ لوگوں سے گہوارے میں اور پختگی میں بات کرے گا”

بچپن میں بولنا ایک معجزہ ہے جبکہ بالغ ہونے پر بولنا معجزہ نہیں ہے۔ لہذا، اس کے ایک بالغ بالغ کے طور پر بات کرنے کا حوالہ غالباً اس وقت کی طرف اشارہ کرتا ہے جب وہ مسلمانوں کی قیادت کرنے اور مخالف مسیح کو قتل کرنے کے لیے وقت ختم ہونے سے پہلے زمین پر واپس آئے گا۔ ان کی واپسی کے بارے میں بہت سی احادیث میں بحث کی گئی ہے، جیسا کہ صحیح مسلم نمبر 7381 میں موجود ہے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زمین سے اس وقت زندہ کیا گیا جب ان کے دشمنوں نے آپ کو قتل کرنے اور سولی پر چڑھانے کی کوشش کی، وہ آخری وقت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے کے طور پر واپس آئیں گے۔ باب 3 علی عمران، آیت 55

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ، میں تمہیں لے لوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عمر بھر تقویٰ پر فائز رہیں گے۔ باب 3 علی عمران، آیت 46

"وہ لوگوں سے گھوارے میں اور جوانی میں بات کرے گا اور نیک لوگوں میں سے ہو گا۔"

راستی صرف نبوت کے لیے نہیں ہے اور اسے سب کو اپنانا چاہیے۔ راستبازی میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو کسی کو عطا کی گئی ہیں جیسا کہ خدائی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے تاکہ انسان اللہ، برگزیدہ اور لوگوں کے حقوق کو پورا کرے۔ یہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اس بات پر زور دیتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ ولادت ان کی قدرت تخلیق کی وجہ سے ہوئی جس سے مریم یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کی نفی ہوئی۔ باب 3 علی عمران، آیت 47

اس نے کہا: اے میرے رب، میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا جب کہ مجھے کسی نے چھوا تک نہیں؟ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اس سے صرف اتنا کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ واضح فرماتا ہے کہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی طرح پیدا کیا جس طرح تمام انسانوں اور دیگر مخلوقات کو پیدا کیا۔ لہذا یہ عجیب بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا جاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ کوئی چیز بھی اس طرح الوہیت سے منسوب نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شریعت اور حکمت کی تعلیم دی تاکہ وہ اپنے رسول اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کو مکمل کر سکیں۔ باب 3 علی عمران، آیت 48

"اور وہ اسے کتاب و حکمت اور تورات اور انجیل سکھائے گا۔"

کتاب اس قانون کا حوالہ دے سکتی ہے، جس کے تحت لوگوں کو زندگی گزارنی چاہیے تاکہ وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کر سکیں جو انہیں دی گئی ہیں۔ یہ یقینی بنائے گا کہ وہ ذہنی سکون حاصل کریں گے اور اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کو پورا کریں گے۔ لہذا یہ قانون معاشرے میں امن اور انصاف کے پھیلاؤ کو یقینی بنائے گا۔ حکمت کی ضرورت ہے کیونکہ یہ لوگوں کو سکھاتی ہے کہ کس طرح اپنے علم کو صحیح طریقے سے لاگو کرنا ہے، جیسے کہ قانون، تاکہ اس سے انہیں اور دوسرے لوگوں کو دونوں جہانوں میں فائدہ ہو۔ انصاف اور پرامن معاشرے کی

تشکیل کے لیے قانون اور حکمت دونوں کی ضرورت ہے۔ بغیر حکمت کے قانون کی آسانی سے غلط تشریح کی جا سکتی ہے، کیونکہ لوگ دوسروں کو غلط کرنے کے لیے قانون میں خامیاں تلاش کر سکتے ہیں۔ قانون کے بغیر حکمت لوگوں کو ایسا ضابطہ اخلاق اپنانے پر مجبور کرے گی جو ان کی تعریف کے مطابق صحیح اور درست ہے۔ جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، تمام انسانوں کے بنائے ہوئے ضابطہ اخلاق علم، تجربے، دور اندیشی کی کمی اور تعصب کی وجہ سے کبھی بھی ذہنی سکون کا باعث نہیں بنیں گے، خواہ جان بوجھ کر ہو یا غیر ارادی۔ لہذا، قانون کے بغیر حکمت بھی کسی کو ذہنی سکون حاصل کرنے سے روکے گی اور یہ معاشرے میں امن اور انصاف کے پھیلاؤ کو روکے گی، کیونکہ لوگ دوسرے لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں ناکام ہوں گے۔

بنی اسرائیل نے انتہائی سخت ذہنیت اختیار کی جس کے تحت انہوں نے تورات کے قانون پر بہت زیادہ زور دیا لیکن اس کے اندر موجود حکمت کو نظر انداز کیا۔ اس کی وجہ سے ان کے علماء نے تورات کی تعلیمات کو دنیاوی فائدے جیسے دولت اور قیادت کے لیے غلط استعمال کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے پاس انجیل دے کر بھیجا گیا تھا جس میں حکمت کی تعلیم دی گئی تھی تاکہ وہ قانون اور حکمت کے درمیان توازن قائم کر سکیں اور معاشرے میں امن و انصاف کے پھیلاؤ کو یقینی بنائیں۔ باب 3 علی عمران، آیات 48-49:

اور وہ اسے لکھنا اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائے گا اور بنی اسرائیل کی طرف رسول بنائے گا۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا مقصد اپنی امت کے لیے عملی نمونہ بننا ہے۔ لہذا کسی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عقیدہ، محبت اور احترام کا دعویٰ کرنا، ان کی عملی طور پر پیروی کیے بغیر ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی کا باعث نہیں ہوگا۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور تعلیمات کو عملی طور پر سیکھیں اور ان پر عمل کریں اور سابقہ امتوں کے طرز عمل کو اپنانے سے گریز کریں جو اپنے انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان، محبت اور احترام کا دعویٰ کرتی ہیں، لیکن عملی طور پر ان پر عمل کرنے میں ناکام رہی ہیں۔ جس طرح پچھلی امتیں اپنے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ متحد نہیں ہوں گی جس طرح انہوں نے عملی طور پر ان کی پیروی نہیں کی تھی اور نہ ہی وہ

مسلمان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی پیروی میں ناکام رہے گا۔ باب 4 النساء آیت 69:

اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انبیاء، " ثابت قدمی کرنے والے، شہداء اور صالحین کا فضل کیا ہے، اور وہ لوگ بہترین ہیں جو ساتھی "ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے دعویٰ نبوت کی تائید کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا کردہ چند معجزات کا ذکر فرمایا۔ باب 3 علی عمران، آیت 49:

میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں اور وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور میں اندھے اور کوڑھی کو شفا دیتا ہوں اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں، اللہ کے حکم سے اور تمہارے گھر میں جو کچھ تمہارے پاس ہے اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ کھاتا ہوں۔ اس میں تمہارے لیے نشانی ہے اگر تم مومن ہو۔

ہر معاملے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ معجزات ہیں۔ اگر وہ الٰہی ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی تائید کے بغیر یہ معجزات آزادانہ طور پر انجام دیتا۔

عام طور پر دیکھا جائے تو مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی قدر کریں اور ان کے پیچھے سبق سیکھنے کی کوشش کریں۔ اس سے انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے میں مدد ملے گی۔ ایسے معجزات کو دل لگی کہانیوں میں تبدیل نہ کیا جائے جس سے سامعین ان معجزاتی کہانیوں سے حیران ہوں لیکن ان کے پیچھے کوئی سبق نہیں

سیکھتے اور نہ ہی کوئی دوسرا مفید اسلامی علم سنتے اور غور کرتے ہیں، جیسا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی صفات، جسے تمام مسلمانوں کو اپنانا چاہیے۔

اس کے علاوہ اگرچہ اس آیت میں ایک سے زیادہ معجزات کا تذکرہ کیا گیا ہے لیکن ان سب کو ایک ہی نشانی کہا گیا ہے۔ یہ اس بات کی نشاندہی کرسکتا ہے کہ انہیں مجموعی طور پر مشاہدہ کرنے کی ضرورت ہے۔ جب اس طرح کیا جائے تو یہ معجزات قیامت کے لیے دلیل ہیں۔ پہلا معجزہ، مٹی سے ایک زندہ پرندہ بنانا، بنی نوع انسان کی تخلیق کی نمائندگی کرتا ہے۔ اگلے معجزات، اندھے اور کوڑھی کا علاج، بیماری اور بڑھاپے کی نمائندگی کرتے ہیں جس کا تجربہ اس دنیا میں ہوتا ہے۔ اگلا معجزہ، مردوں کو زندہ کرنا، قیامت کے دن جی اٹھنے کی نمائندگی کرتا ہے۔ آخری معجزہ، لوگوں کو ان کے چھپے ہوئے اعمال کے بارے میں آگاہ کرنا، قیامت کے دن اپنے اعمال کے حساب کتاب کی نمائندگی کرتا ہے۔ جیسا کہ آیت 49 کے آخر میں اشارہ کیا گیا ہے، ایک سچے مومن کو قیامت کے دن اپنے احتساب پر پختہ یقین ہوتا ہے جب وہ عملی طور پر اس کی تیاری کرتے ہیں۔ باب 3 علی عمران، آیت 49:

”بلاشبہ اس میں تمہارے لیے ایک نشانی ہے اگر تم مومن ہو۔“

عملی طور پر یوم حشر کی تیاری میں اُن نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو کسی کو عطا کی گئی ہیں جیسا کہ آسمانی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے سلسلے میں مضبوط ایمان کو اپنائیں تاکہ وہ عملی طور پر اس کے لیے تیاری کریں۔ جو لوگ ایسا کرنے میں ناکام رہتے ہیں، وہ اندرونی طور پر قیامت کے دن اپنے احتساب پر یقین رکھتے ہیں، لیکن عملی طور پر اس کی تیاری میں ناکام رہیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر ایسے مسلمانوں کو دیکھا جا سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن اپنے احتساب پر یقین رکھتے ہیں۔

اس کے علاوہ، قیامت کے دن ان کے احتساب کے بارے میں صحیح عقیدہ اپنانا چاہیے۔ خواہش مندانہ سوچ کو اپنانے سے گریز کرنا چاہیے جس کے تحت وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں، لیکن یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن کسی نہ کسی طریقے سے کامیاب ہوں

گے۔ اللہ تعالیٰ کبھی بھی نیکی کرنے والے کے ساتھ برائی کرنے والے کے برابر سلوک نہیں: باب 45 الجثیہ، آیت 21 کرے گا، خواہ ان کا ایمان کوئی بھی ہو۔

کیا وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو " ایمان لائے اور نیک عمل کیے - ان کی زندگی اور موت میں برابری پیدا کر دیں گے، یہ جو فیصلہ کرتے ہیں وہ برا ہے۔"

لہذا، اطاعت کے ذریعے ان کے زبانی اعلان ایمان کی تائید کرنی چاہیے تاکہ وہ روز قیامت اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کر لیں اور پھر یہ امید رکھیں کہ وہ ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کریں گے۔ خواہش مند سوچ اور اللہ عزوجل پر حقیقی امید کے درمیان فرق کو جامع ترمذی نمبر 2459 میں موجود حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ خواہش مند سوچ سے بچنا بھی ضروری ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہنے کی ترغیب دیتی ہے جس کے نتیجے میں اس دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے اس کا ایمان ختم ہو سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان ایک پودے کی مانند ہے جسے پھلنے پھولنے کے لیے اطاعت کے ساتھ پرورش پانا ضروری ہے۔ جس طرح ایک پودا جو سورج کی روشنی جیسی پرورش حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے وہ پھلنے پھولنے میں ناکام رہتا ہے اور وہ مر بھی سکتا ہے، اسی طرح جو شخص اس کی پرورش نہ کرے اس کا ایمان نہ پھلے پھولے گا اور اس کے مرنے کا شدید خطرہ ہے۔ یہ سب سے بڑا نقصان ہے۔

عام طور پر دیکھا جائے تو قیامت کے دن انسانوں کے دوبارہ زندہ ہونے کے امکان سے انکار کرنا ایک عجیب دعویٰ ہے جب کہ قیامت کی بہت سی مثالیں موجود ہیں جو دنوں، مہینوں اور سالوں میں پیش آتی ہیں۔ مثال کے طور پر، اللہ تعالیٰ بارش کا استعمال کرتے ہوئے ایک مردہ بنجر زمین کو زندہ کرتا ہے اور مخلوق کو مہیا کرنے کے لیے ایک مردہ بیج کو زندہ کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اس مردہ بیج کو بھی زندہ کر سکتا ہے جس کا نام انسان ہے، جو زمین میں دفن ہے، اس مردہ بیج کی طرح جو زندہ ہو جاتا ہے۔ موسموں کا بدلنا قیامت کو صاف ظاہر کرتا ہے۔ مثال کے طور پر سردیوں میں درختوں کے پتے مر کر گر جاتے ہیں اور درخت بے جان دکھائی دیتا ہے۔ لیکن دوسرے موسموں میں، پتے ایک بار پھر اگتے ہیں اور درخت زندگی سے بھرا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ تمام مخلوقات کی نیند کے جاگنے کا چکر قیامت کی ایک اور مثال ہے۔ نیند موت کی بہن ہے جیسے سونے والے کے حواس کٹ جاتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کسی شخص کی روح

ان کو واپس کر دیتا ہے اگر وہ اس پر زندہ رہنا مقصود ہو تو سوئے ہوئے شخص کو ایک بار پھر زندگی بخشتا ہے۔ باب 39 از زمر، آیت 42

اللہ تعالیٰ روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جو نہیں مرتے ان کی روحيں ان کی نیند میں قبض کرتا ہے، پھر جن کے لیے موت کا حکم دیا ہے ان کی روحيں قبض کر لیتا ہے اور باقیوں کو ایک مقررہ مدت کے لیے چھوڑ دیتا ہے، بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

اس کے علاوہ یوم جزا ایک ایسی چیز ہے جو واقع ہونی چاہیے۔ اگر کوئی کائنات کا مشاہدہ کرے تو اسے توازن کی بہت سی مثالیں نظر آئیں گی۔ مثال کے طور پر، زمین سورج سے ایک کامل اور متوازن فاصلے پر ہے۔ اگر زمین سورج سے قدرے قریب یا اس سے زیادہ دور ہوتی تو یہ رہنے کے قابل نہ ہوتی۔ اسی طرح پانی کا چکر، جس میں سمندر سے پانی کے بخارات بن کر فضا میں شامل ہوتے ہیں جو کہ بارش پیدا کرنے کے لیے گاڑھا ہو جاتا ہے، بالکل متوازن ہے تاکہ مخلوق زمین پر زندہ رہ سکے۔ زمین کو متوازن طریقے سے بنایا گیا تھا تاکہ بیج کی کمزور شاخیں اور ٹہنیاں اس میں گھس سکیں تاکہ تخلیق کے لیے فصلیں مہیا ہو سکیں لیکن وہی زمین اتنی سخت ہے کہ اس کے اوپر بنی ہوئی بھاری عمارتوں کو برداشت کر سکے۔ ایسی بہت سی مثالیں ہیں جو نہ صرف واضح طور پر ایک خالق کی نشاندہی کرتی ہیں بلکہ توازن بھی رکھتی ہیں۔ لیکن اس دنیا میں ایک بڑی چیز ہے جو واضح طور پر غیر متوازن ہے، یعنی بنی نوع انسان کے اعمال۔ اکثر ظالم اور جابر لوگوں کا مشاہدہ ہوتا ہے جو اس دنیا میں سزا سے بچ جاتے ہیں۔ اس کے برعکس، بے شمار لوگ ہیں جو دوسروں کے ہاتھوں مظلوم ہیں اور دیگر مشکلات کا سامنا کرتے ہیں لیکن ان کے صبر کا پورا پورا اجر نہیں ملتا۔ بہت سے مسلمان جو سچے دل سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں ان کو دنیا میں اکثر بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور انہیں اجر میں تھوڑا سا حصہ ملتا ہے جب کہ جو کھلے عام اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں وہ دنیا کی آسائشوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور صرف کچھ مشکلات کا سامنا کرتے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں توازن قائم کیا ہے اسی طرح اعمال کی جزا اور سزا بھی متوازن ہونی چاہیے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس دنیا میں ایسا نہیں ہوتا اس لیے اسے کسی اور وقت میں ہونا چاہیے، یعنی یوم جزا یعنی یوم جزا میں۔

اللہ تعالیٰ اس دنیا میں پوری طرح جزا اور سزا دے سکتا ہے۔ لیکن اس دنیا میں پوری طرح سزا نہ دینے کے پیچھے ایک حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں موقع کے بعد موقع فراہم کرتا ہے تاکہ وہ سچے دل سے توبہ کریں اور اپنے طرز عمل کو درست کریں۔ وہ اس دنیا میں مسلمانوں کو پوری طرح سے اجر نہیں دیتا کیونکہ یہ دنیا جنت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ غیب پر ایمان لانا یعنی اگلے جہان میں مسلمان کے لیے مکمل اجر کا انتظار کرنا، ایمان کا ایک اہم پہلو ہے۔ درحقیقت غیب پر یقین ہی ایمان کو خاص بناتا ہے۔ کسی ایسی چیز پر ایمان لانا جسے پانچ حواس کے ذریعے محسوس کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ اس دنیا میں پورا اجر ملنا، کوئی خاص بات نہیں۔

سزا کا خوف اور آخرت میں پورا اجر ملنے کی امید انسان کو گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔

جزا کے دن کے آغاز کے لیے اس مادی دنیا کا خاتمہ ضروری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سزا اور جزا تب ہی مل سکتی ہے جب ہر ایک کا عمل ختم ہو جائے۔ لہذا یوم جزا اس وقت تک واقع نہیں ہو سکتا جب تک لوگوں کے اعمال مکمل نہ ہو جائیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مادی دنیا کو جلد یا بدیر ختم ہونا چاہیے۔

جب کوئی اس بحث پر غور کرے گا تو یہ قیامت کے دن پر ان کے ایمان کو مضبوط کرے گا اور اس کے لیے ان کی حوصلہ افزائی کرے گا کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو انہیں قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں ہے، تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون اور کامیابی حاصل کر سکیں۔ باب 45: الجثیہ، آیت 22

کیونکہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو ایک مقصد کے لیے پیدا کیا ہے، تاکہ ہر شخص کو اس کے "کیے کا بدلہ دیا جائے، اور کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا تاکہ تورات کی تعلیمات کو درست کیا جا سکے جسے ان کے بعض علماء نے جان بوجھ کر ترمیم اور غلط تشریح کی تھی۔
باب 3 علی عمران، آیت 50

اور [میں آیا ہوں] جو کچھ مجھ سے پہلے تورات میں تھا اس کی تصدیق کرتا ہوں اور تمہارے "لیے ان چیزوں کو حلال کرتا ہوں جو تم پر حرام تھیں۔"

لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اہل کتاب کے نقش قدم پر چلنے سے گریز کریں اور جان بوجھ کر قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کی غلط تشریح کر کے دنیاوی فائدے مثلاً مال و دولت اور قیادت کی خاطر۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ اس طرح کے برتاؤ سے انسان جو کچھ بھی حاصل کرتا ہے وہ دونوں جہانوں میں اس کے لیے تناؤ، مشکلات اور پریشانی کا باعث بنے گا، چاہے یہ ان کے لیے واضح نہ ہو۔ یہ انہیں ذہنی سکون حاصل کرنے سے روک دے گا، خواہ وہ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور کنٹرول سے نہیں بچ سکتے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابن ماجہ کی ایک حدیث نمبر 253 میں جہنم سے خبردار کیا ہے، جس طرح پچھلی امتوں نے یہ سلوک کیا تو عذاب سے نہ بچ سکے، نہ مسلمان ایسا کریں گے۔

اس کے علاوہ یہ آیت بھی بنی اسرائیل کی طرح دین کے اندر اختراعی چیزوں کے بارے میں تنبیہ بھی کر سکتی ہے۔ بدعات سنگین تبدیلیوں کا سبب بن سکتی ہیں جس کے تحت جو چیز حلال ہے اسے پھر حرام سمجھا جاتا ہے یا جو چیز غیر قانونی ہے اسے پھر حلال سمجھا جاتا ہے۔ بدعات سے اجتناب اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص ہدایت کے دو ذرائع کو سیکھے اور اس پر عمل کرے: قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات، اور دینی علوم کے دیگر دینی علم کے دوسرے ذرائع پر جتنا زیادہ عمل کرے ذرائع پر عمل کرنے سے گریز کیا جاتا ہے۔ گاہ، خواہ وہ نیکیوں کی طرف لے جائے، وہ ہدایت کے دو ذرائع پر اتنا ہی کم عمل کرے گا، جو کہ گمراہی کا باعث بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 4606 میں موجود حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ ہر وہ چیز جس کی جڑیں ہدایت کے دو منابع میں نہ ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ، مذہبی علم کے دوسرے ذرائع پر جتنا زیادہ عمل کرے گا، اتنا ہی وہ ان چیزوں پر عمل کرنے لگے گا جو اسلام کی تعلیمات سے متصادم ہیں۔ اس طرح شیطان قدم قدم پر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ مثال کے

طور پر، مشکلات کا سامنا کرنے والے شخص کو کچھ ایسی روحانی مشقیں کرنے کا مشورہ دیا جائے گا جو اسلام کی تعلیمات سے متصادم اور چیلنج ہوں۔ چونکہ یہ شخص جاہل ہے اور اسے دینی علم کے دوسرے ذرائع پر عمل کرنے کی عادت ہے، اس لیے وہ آسانی سے اس جال میں پھنس جائیں گے اور ایسی روحانی مشقیں کرنے لگیں گے جو براہ راست اسلام کی تعلیمات کو چیلنج کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ اور کائنات کے بارے میں ایسی باتوں پر بھی یقین کرنے لگیں گے جو اسلام کی تعلیمات سے بھی متصادم ہیں، جیسے کہ ماننے والے لوگ یا مافوق الفطرت مخلوق اپنی تقدیر کو کنٹرول کر سکتے ہیں، کیونکہ ان کا علم ہدایت کے دو ذرائع کے علاوہ کسی اور سے لیا گیا ہے۔ ان گمراہ کن طریقوں اور عقائد میں سے کچھ واضح کفر ہیں، جیسے کالا جادو کرنا۔ باب 2 البقرہ، آیت 102

سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے ” اور جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل ہوا تھا لیکن وہ [یعنی دونوں فرشتے] ”کسی کو نہیں سکھاتے جب تک یہ نہ کہیں کہ ”ہم آزمائش ہیں، اس لیے کفر نہ کرو۔“

اس لیے ایک مسلمان اس کا احساس کیے بغیر بھی اپنا ایمان کھو سکتا ہے، کیونکہ انہیں مذہبی علم کے دوسرے ذرائع پر عمل کرنے کی عادت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی مذہبی بدعات پر عمل کرنا جن کی جڑیں ہدایت کے دو ذرائع میں نہیں ہیں، شیطان کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 208

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ ” چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“

باب 3 علی عمران، آیت 50

اور [میں آیا ہوں] جو کچھ مجھ سے پہلے تورات میں تھا اس کی تصدیق کرتا ہوں اور تمہارے "لیے ان چیزوں کو حلال کرتا ہوں جو تم پر حرام تھیں۔"

اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کچھ چیزیں حلال کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر ان کی مسلسل نافرمانیوں کی وجہ سے حرام قرار دیا تھا۔ باب 6: الانعام، آیت 146:

اور جو یہودی ہیں ان پر ہم نے ہر کھلے کھلے جانور کو حرام کر دیا اور گائے اور بکریوں میں "سے ہم نے ان پر ان کی چربی حرام کر دی، سوائے اس کے جو ان کی پیٹھ یا انتڑیوں سے لگی ہو یا جو ہڈی سے لگی ہو، ہم نے انہیں ان کی زیادتی کا بدلہ دیا، اور ہم سچے ہیں۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیج کر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے آسانیاں پیدا کیں تاکہ وہ خلوص دل سے اس کی اطاعت کرتے ہوئے اس کا شکر ادا کریں۔ باب 3 علی عمران، آیت 50:

اور میں آیا ہوں اس بات کی تصدیق کرنے والا جو مجھ سے پہلے تورات میں ہے اور اس لیے "کہ تمہارے لیے کچھ حلال کروں جو تم پر حرام تھیں اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں، پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔"

عام طور پر، کسی کی نیت میں شکر گزاری میں صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے عمل کرنا شامل ہے۔ کسی کی تقریر میں شکر گزاری میں وہ بات کرنا شامل ہے جو اچھی ہے یا خاموش رہنا۔ اور اپنے اعمال میں شکرگزاری میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ مزید برآں یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ ایک قوم کو خلوص دل سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا چاہیے۔ مسلمانوں کو

بنی اسرائیل کے نقش قدم پر چلنے سے گریز کرنا چاہیے جنہوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اور عملی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے میں ناکام رہے۔ اپنے انبیاء علیہم السلام کی عملی طور پر پیروی کرنے میں ناکامی کے نتیجے میں وہ آخرت میں ان سے اتحاد نہیں کریں گے۔ اسی طرح اگر مسلمان حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اور تعلیمات پر عملاً عمل کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو وہ آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور احترام کے زبانی دعووں سے قطع نظر ان کے ساتھ متحد نہیں ہوں گے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ واضح فرماتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی بھی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ آپ نے خود کیا ہے، اس طرح اپنے آپ کو الوہیت منسوب کرنے سے گریز کیا ہے، جیسا کہ حقیقی معبود کسی اور کی عبادت نہیں کرتا۔ باب 3 علی عمران، آیت 51:

"بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے، اس کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔"

سیدھا راستہ یہ ہے کہ ہر حال میں اپنے خالق و مالک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے۔ باب 2 البقرہ، آیت 255:

"... اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں"

درحقیقت، جو کوئی اطاعت کرتا ہے اور اپنی زندگی کا نمونہ بناتا ہے وہ وہی ہے جس کی وہ پوجا کرتا ہے، چاہے وہ کسی دیوتا کو نہ ماننے کا دعویٰ کرے۔ انسانوں کو اس طرح بنایا گیا ہے کہ وہ کسی چیز کی اطاعت اور پیروی کریں۔ چاہے یہ کچھ دوسرے لوگ ہوں، سوشل میڈیا، باب 25 الفرقان، آیت 43 فیشن، ثقافت یا حتیٰ کہ ان کی اپنی خواہشات۔

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

کوئی شخص جس کی بھی اطاعت کرتا ہے اور جس کی پیروی کرتا ہے وہ وہی ہے جس کی وہ عبادت کرتے ہیں۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے زبانی اعلان ایمان کی حمایت عمل کے ساتھ کریں اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے دیگر تمام چیزوں پر عمل کریں۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا اسے رحمن کی طرف سے ذہنی سکون اور کامیابی عطا ہوگی۔ باب 2 البقرہ، آیت 163

اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا "ہے۔"

باب 16 النحل، آیت 97 اور

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ "زندگی بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

جب کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرتا ہے اور اس کے بجائے دوسری چیزوں کی اطاعت اور عبادت کرتا ہے وہ اس رحمت سے محروم رہے گا جو دونوں جہانوں میں سکون اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے درکار ہے، خواہ اس کے پاس ساری دنیا ہی کیوں نہ ہو اور تفریح اور تفریح کے لمحات بھی کیوں نہ ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اختیار اور اختیار سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔" وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

باب 2 البقرہ، آیت 255

"... اللہ - اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہمیشہ زندہ رہنے والا، خود کو قائم رکھنے والا "

جب کوئی آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور لاتعداد بالکل متوازن نظاموں کا مشاہدہ کرتا ہے، تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کائنات کو بنانے اور برقرار رکھنے والا صرف ایک ہی ہے۔ مثال کے طور پر، سورج کا زمین سے کامل فاصلہ ایک واضح علامت ہے، کیونکہ اگر سورج اس سے تھوڑا قریب یا اس سے زیادہ دور ہو تو زمین قابل رہائش نہیں ہوگی۔ اسی طرح زمین کو اس طرح بنایا گیا ہے جو ایک متوازن اور پاکیزہ ماحول بناتا ہے جس سے اس پر زندگی کی نشوونما ہوتی ہے۔

باب 2 البقرہ، آیت 164

”...اور رات اور دن کا ردوبدل ”

دن اور رات کے بہترین اوقات اور سال بھر میں ان کی مختلف لمبائی لوگوں کو ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی اجازت دیتی ہے۔ اگر دن لمبے ہوتے تو لوگ طویل گھنٹوں سے تھک جاتے۔ اگر راتیں لمبی ہوتیں تو لوگوں کے پاس اتنا وقت نہ ہوتا کہ وہ اپنی روزی کما سکیں اور دوسری مفید چیزیں مثلاً علم۔ اگر راتیں کم ہوتیں تو لوگ زیادہ سے زیادہ صحت حاصل کرنے کے لیے کافی آرام نہیں کر پاتے۔ دن اور رات کی لمبائی میں تبدیلی سے فصلوں پر بھی اثر پڑے گا جس سے انسانوں اور جانوروں کے رزق پر نقصان دہ اثر پڑے گا۔ یہ حقیقت کہ کائنات کے اندر دن اور راتیں اور دوسرے متوازن نظام کامل ہم آہنگی کے ساتھ کام کرتے ہیں، یہ بھی واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف اشارہ کرتا ہے، کیونکہ متعدد خدا مختلف چیزوں کی خواہش: باب 21 الانبیاء، آیت 22 کرتے ہیں، جو کائنات کے اندر افراتفری کا باعث بنتی ہیں۔

”اگر ان کے اندر اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ دونوں برباد ہو جاتے۔“

:باب 2 البقرہ، آیت 164

اور وہ [عظیم] بحری جہاز جو سمندر میں ان چیزوں کے ساتھ چلتے ہیں جو لوگوں کو فائدہ ”
”پہنچاتے ہیں، اور جو اللہ نے آسمان سے بارش نازل کی ہے۔

جب کوئی بالکل متوازن پانی کے چکر کا مشاہدہ کرتا ہے تو یہ واضح طور پر ایک خالق کی نشاندہی کرتا ہے۔ سمندر سے پانی بخارات بن کر اٹھتا ہے اور پھر گاڑھا ہو کر تیزابی بارش پیدا کرتا ہے جو پہاڑوں پر گرتی ہے۔ یہ پہاڑ تیزابی بارش کو بے اثر کرتے ہیں تاکہ لوگ اور جانور اس سے استفادہ کر سکیں۔ اگر اس بالکل متوازن نظام میں کوئی تبدیلی ہوئی تو یہ زمین پر انسانوں

اور جانوروں کے لیے تباہی کا باعث بنے گی۔ سمندر کا نمک سمندر کے اندر موجود مردہ مخلوق کو آلودہ ہونے سے روکتا ہے۔ اگر سمندر کو آلودہ ہونے دیا جائے تو سمندری زندگی ممکن نہیں رہے گی اور سمندروں کی نجاست خشکی پر بھی زندگی پر حاوی ہو جائے گی۔ سمندروں کے اندر پانی کو اس طرح بنایا گیا ہے کہ سمندری زندگی اس کے اندر پھل پھول سکتی ہے جبکہ اس کے اوپر بھاری بحری جہاز چل سکتے ہیں۔ اگر پانی کی ساخت قدرے مختلف ہوتی تو عدم توازن پیدا ہوتا جس کی وجہ سے یا تو سمندری حیات پانی کے اندر پنپتی یا اس کے اوپر بحری جہازوں کو چلنے دیتی لیکن دونوں ایک ہی وقت میں ممکن نہیں ہوتے۔ یہاں تک کہ آج تک، سمندر کے ذریعے نقل و حمل دنیا بھر میں سامان کی نقل و حمل کی سب سے زیادہ استعمال شدہ شکل ہے۔ یہ کامل توازن اس لیے زمین پر زندگی کے لیے ضروری ہے۔

ارتقاء انتہیورتن کی ایک شکل ہے، جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے نامکمل ہے۔ لیکن جب کوئی ان گنت انواع کا مشاہدہ کرے گا تو انہیں معلوم ہوگا کہ انہیں بالکل متوازن طریقے سے تخلیق کیا گیا ہے تاکہ وہ جس ماحول میں رہتے ہیں اس میں پھل پھول سکیں۔ مثال کے طور پر، اونٹ کو زیادہ درجہ حرارت کو برداشت کرنے اور پانی پینے کی ضرورت کے بغیر طویل عرصے تک چلنے کے لیے ڈیزائن کیا گیا تھا۔ وہ بالکل صحرائی زندگی کے لیے ڈیزائن کیے گئے ہیں۔ باب 88 17: الغاشیہ، آیت 88 17

”پھر کیا وہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے پیدا کیے گئے ہیں؟“

بکری کو اس طرح ڈیزائن کیا گیا تھا کہ اس کے جسم کے اندر موجود نجاست اس سے پیدا ہونے والے دودھ سے بالکل الگ ہو جاتی ہے۔ ان دونوں کو ملانے سے دودھ پینے کے قابل نہیں ہو گا۔ باب 16 النحل، آیت 66

اور درحقیقت تمہارے لیے موشیوں کے چرانے میں ایک سبق ہے، ہم تمہیں ان کے پیٹوں میں "سے پیتے ہیں - اخراج اور خون کے درمیان - خالص دودھ جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے۔

ہر پرجاتی کو ایک مخصوص زندگی کا دورانیہ دیا گیا ہے جو ایک پرجاتی کو دوسروں پر قابو پانے سے روکتا ہے۔ مثال کے طور پر، مکھیوں کی زندگی بہت کم ہوتی ہے، 3-4 ہفتے، اور تک انڈے دیتی ہیں۔ اگر اس کی عمر طویل ہوتی تو مکھیوں کی آبادی غیر متناسب ہو جاتی 500 اور وہ اس دنیا کی دیگر تمام انواع کو مغلوب کر دیتی۔ جبکہ دوسری مخلوقات جن کی عمر بہت طویل ہوتی ہے ان میں صرف چند اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ ایک بار پھر یہ ان کی آبادی کو معتدل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ یہ سب کوئی حادثہ نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ارتقاء کا عمل اس کی وضاحت کر سکتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 164

"...اور آسمان اور زمین کے درمیان ہواؤں اور بادلوں کا کنٹرول..."

ہوا کی آلودگی کے لیے ہوائیں ضروری ہیں، جو فصلوں، پودوں اور درختوں کو دوبارہ پیدا کرنے کی اجازت دیتی ہیں۔ پہلے دنوں میں سمندری سفر کے لیے ہوا ضروری تھی، جو آج تک دنیا بھر میں سامان کی نقل و حمل کا اہم ذریعہ ہے۔ تخلیق کے لیے پانی مہیا کرنے کے لیے بارش کے بادلوں کو مخصوص جگہوں پر منتقل کرنے کے لیے ہواؤں کی ضرورت ہوتی ہے، جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتے۔ ہواؤں کا ایک بالکل متوازن نظام زمین کے اندر پایا جاتا ہے، کیونکہ ہواؤں کی کمی تخلیق کے لیے انتشار کا باعث بنتی ہے اور ہواؤں کا بڑھنا بھی تخلیق کے لیے انتشار کا باعث بنتا ہے۔ اسی طرح بارش بھی بالکل متوازن ہے، کیونکہ بہت کم بارش خشک سالی اور قحط کا باعث بنتی ہے اور بہت زیادہ بارش بڑے پیمانے پر سیلاب کا باعث بنتی ہے۔ باب 23 المومنون، آیت 18

اور ہم نے آسمان سے ایک مقدار میں بارش برسائی اور اسے زمین میں ٹھہرایا، اور ہم اسے ”اٹھانے پر بھی قادر ہیں۔“

یہ بالکل متوازن نظام ہے ترتیب نہیں ہو سکتا اور واضح طور پر خالق کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ ان تمام متوازن نظاموں پر غور کرنے والا منطقی طور پر ایک خالق کے وجود سے انکار نہیں کر سکتا: جو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 255

"...اللہ - اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہمیشہ زندہ رہنے والا، خود کو برقرار رکھنے والا "

درحقیقت، جو موت کا تجربہ کر سکتا ہے اور کسی چیز یا کسی اور کے ذریعے برقرار ہے وہ دیوتا نہیں ہو سکتا۔ یہ حقیقت صرف اللہ تعالیٰ کے سوا زمین و آسمان کے اندر موجود ہر ہستی کے لیے الوہیت کو مسترد کرتی ہے۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی اور موت کو اکیلے پیدا کیا اور مخلوق کو برقرار رکھا، وہی اطاعت کے لائق ہے۔ ایک شخص جو کسی دوسرے شخص کے رزق کے کچھ پہلوؤں کا خیال رکھتا ہے، جیسے کہ اس کی رہائش، شکر گزار ہونے کے لائق ہے۔ لہذا جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی ہر نعمت لوگوں کو عطا فرمائی ہے صرف یہی حق اور انصاف ہے کہ لوگ اس کا شکر ادا کریں۔ کسی کی نیت کے ساتھ شکرگزاری میں صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے کام کرنا شامل ہے۔ جو شخص کسی اور وجہ سے عمل کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ سے اجر نہیں ملے گا۔ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ نیک نیت کی ایک مثبت علامت یہ ہے کہ آدمی لوگوں سے کسی قدر یا معاوضے کی امید نہ رکھے اور نہ ہی اس کی امید رکھے۔ زبان سے شکر گزاری میں شامل ہے کہ وہ بولنا جو اچھی ہے یا خاموش رہنا۔ اور اپنے اعمال کے ساتھ شکرگزاری میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے باب 14 ابراہیم، آیت 7 برکتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور بالآخر دونوں جہانوں میں سکون ملتا ہے۔

“... اگر تم شکر گزار رہو گے تو میں تمہیں ضرور بڑھاؤں گا”

باب 16 النحل آیت 97 اور

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ "زندگی بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

مزید برآں، جب کوئی شخص کسی چیز کا مالک ہوتا ہے تو اس کے لیے اس چیز کا استعمال کرنا درست اور معمول سمجھا جاتا ہے جو وہ چاہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کائنات کے اندر موجود ہر چیز کا مالک ہے، جس میں انسان بھی شامل ہیں، اس کا مالک ہے، اس لیے وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کائنات میں کیا ہونا چاہیے اور کیا نہیں۔ لہذا، ایک شخص کے لیے صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا مناسب ہے، کیونکہ وہ اکیلا ان سمیت پوری کائنات کا مالک ہے۔

اسی طرح جب کوئی اپنی کوئی چیز دوسرے کو قرض دیتا ہے تو یہ جائز ہے کہ وہ اس چیز کو اس کے مالک کی مرضی کے مطابق استعمال کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نعمت کو قرض کے طور پر عطا فرمایا۔ اس نے اسے بطور تحفہ نہیں دیا۔ دنیاوی قرضوں کی طرح یہ قرض بھی چکانا اس قرض کی ادائیگی کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ان کا استعمال ان طریقوں سے کیا جائے چاہیے۔ جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہو۔ دوسری طرف چونکہ جنت کی نعمتیں ایک تحفہ ہیں اس لیے لوگ ان کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنے میں آزاد ہوں گے۔ باب 7 الاعراف، آیت 43:

اور ان کو پکارا جائے گا کہ یہ وہ جنت ہے جس کا تم وارث بنائے گئے ہو ان اعمال کے بدلے ”جو تم کرتے تھے۔“

اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ دنیوی نعمتوں کو جو جنت کے تحفوں کے ساتھ قرض کی حیثیت رکھتا ہے، میں خلط ملط نہ کرے۔

"بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے، اس کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔"

اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا، جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کا صحیح استعمال کرتے ہوئے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، سیدھا راستہ ہے، کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون اور کامیابی کا باعث ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لے گا اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے جگہ دے گا۔ یہ سیدھا راستہ اور کامل ضابطہ حیات صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو سکتا ہے، کیونکہ وہی ہر چیز کو جانتا ہے۔ جبکہ انسان کے بنائے ہوئے تمام ضابطہ اخلاق دونوں جہانوں میں سیدھی راہ اور ذہنی سکون کی طرف نہیں لے جائیں گے، کیونکہ ان میں علم، تجربہ، دور اندیشی اور تعصب کی وجہ سے کمی ہے۔ اس لیے اسلامی تعلیمات کو قبول کرنا چاہیے اور اس پر عمل کرنا چاہیے خواہ وہ ان کی خواہشات کے خلاف ہو کیوں کہ یہی وہ سیدھا راستہ ہے جو دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہیے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے لیے بہترین ہے، حالانکہ انہیں کڑوی دوائیں تجویز کی گئی ہیں اور ایک سخت خوراک کا منصوبہ ہے۔ جس طرح یہ عقلمند مریض اچھی ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ شخص جو اسلامی تعلیمات کو قبول کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ لیکن جس طرح وہ نادان مریض جو اپنے ڈاکٹر کے مشورے کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے میں ناکام رہتا ہے اس کی جسمانی صحت خراب ہو جاتی ہے، اسی طرح اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرنے والا کبھی بھی دونوں جہانوں میں سکون حاصل نہیں کر سکتا خواہ وہ تفریح کے لمحات اور دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ یہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کوئی ان لوگوں کا مشاہدہ کرتا ہے جو اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں اور جو نہیں کرتے۔ باب 9 توبہ

آیت 82:

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔" وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیشہ یہ واضح کرتا ہے کہ اگرچہ بنی اسرائیل میں سے بہت سے لوگ اس کی نافرمانی پر قائم رہے لیکن وہ ہمیشہ اس کی اطاعت پر ثابت قدم رہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 52

لیکن جب عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کفر محسوس کیا تو فرمایا: "اللہ کے لیے میرے حمایتی "..." کون ہیں؟" حواریوں نے کہا، "ہم اللہ کے حمایتی ہیں

یہ آیت اس بات کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اس گروپ کے کچھ ارکان کے اعمال کی بنیاد پر پورے گروہ کا فیصلہ نہ کیا جائے، کیونکہ یہ اکثر امتیازی سلوک کا باعث بنتا ہے، جیسے کہ نسل پرستی۔

حواریوں نے عمل کے ذریعے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عملی طور پر پیروی کر کے اللہ تعالیٰ پر اپنے ایمان اور اطاعت کو ثابت کیا۔ اس میں اُن نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اُنہیں دی گئی تھیں، جیسا کہ الہی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ ان کی عملی اطاعت تھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی گواہی مانگی۔ باب 3 علی عمران، آیات 52-53

ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ ہم - حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں مسلمان ہیں۔ اے ہمارے رب، ہم اس پر ایمان لے آئے جو تو نے نازل کیا ہے اور رسول (یعنی "عیسیٰ) کی پیروی کی ہے، لہذا ہمیں گواہوں میں شامل کر لے۔

لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان حواریوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتے ہوئے ان کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ عملی اطاعت وہ ثبوت اور کرنسی ہے جس کی انسان کو ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے درکار ہے، کیونکہ یہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو یقینی بنانے کا واحد طریقہ ہے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھتا ہے۔ جو لوگ عمل کے ذریعے اپنے ایمان کے اعلان کی عملی حمایت میں ناکام رہتے ہیں انہیں ڈرنا چاہیے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن ان کے خلاف گواہی دیں گے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے خلاف گواہی دیں گے جنہوں نے آپ کی صحیح پیروی نہیں کی۔ باب 5 المائدہ، آیات 116-118

اور اس دن سے بچو جب اللہ کہے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ ”مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنالو؟ میرے بس میں نہیں تھا کہ میں وہ کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے کہا ہوتا تو آپ کو معلوم ہوتا۔ آپ جانتے ہیں کہ میرے اندر کیا ہے، اور میں نہیں جانتا کہ آپ کے اندر کیا ہے۔ بے شک تو ہی غیب کا جاننے والا ہے۔ میں نے ان سے نہیں کہا سوائے اس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ اور جب تک میں ان کے درمیان تھا میں ان پر گواہ رہا۔ لیکن جب آپ نے مجھے اٹھایا تو آپ ان پر نگراں تھے اور آپ ہر چیز کے گواہ ہیں۔ اگر تو انہیں سزا دے تو یہ ”تیرے بندے ہیں۔ لیکن اگر تو ان کو معاف کر دے تو بے شک تو ہی غالب اور حکمت والا ہے۔

اور باب 25 الفرقان آیت 30

"اور رسول نے کہا اے میرے رب، میری قوم نے اس قرآن کو ترک کر دیا ہے۔"

اس آیت میں مسلمانوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ انہوں نے ہی قرآن پاک کو لیا اور قبول کیا۔ غیر مسلم قرآن پاک کو ترک نہیں کر سکتے تھے کیونکہ انہوں نے اسے پہلے کبھی نہیں لیا اور نہ ہی قبول کیا۔ اس بات کا تعین کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ قیامت کے دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کے خلاف گواہی دیں گے اس کا کیا بنے گا۔ لہذا مسلمانوں کو قرآن پاک پر بالکل اسی طرح ایمان لانا چاہیے جس طرح ہدایت یافتہ شاگرد اپنے آسمانی صحیفوں پر یقین رکھتے ہیں۔ اس میں قرآن پاک کی باقاعدگی اور صحیح طریقے سے تلاوت کرنا، اسے سمجھنے کی کوشش کرنا اور آخر میں اس کی تعلیمات پر عمل کرنا شامل ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمان صرف اس زبان میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں جسے وہ سمجھ نہیں پاتے اور اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ اس طرح کا برتاؤ کرنے والے کو ڈرنا چاہئے کہ قرآن کریم قیامت کے دن ان کے خلاف گواہی دے گا کیونکہ وہ اس کے حقوق ادا کرنے میں ناکام رہے ہیں۔

بنی اسرائیل کے بعض علماء نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاکم حکومت کے ہاتھوں قتل اور سولی پر چڑھانے کا فیصلہ کرنے کے بعد، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے معجزانہ طور پر فرار کا راستہ پیدا کیا۔ باب 3 علی عمران، آیات 54-55

اور انہوں نے (یعنی کافروں) نے تدبیر کی لیکن اللہ نے تدبیر کی، اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے، جب اللہ نے کہا، "اے عیسیٰ، بیشک میں آپ کو لے کر اپنی طرف اٹھاؤں گا اور آپ کو کافروں سے پاک کروں گا۔"

تاریخ نے واضح طور پر ثابت کیا ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہے، انہیں راحت اور مشکلات سے نکلنے کا راستہ ملا۔ باب 65 میں طلاق، آیت 2

”اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔“

لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ راحت اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم اور حکمت کے مطابق ہوتی ہے نہ کہ لوگوں کی خواہشات اور منصوبوں کے مطابق۔ لہذا، یہ بہترین وقت اور بہترین طریقے: باب 2 البقرہ، آیت 216 سے ہوتا ہے اگرچہ یہ لوگوں پر واضح نہ ہو۔

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے بھی برتری کی ضمانت دی ہے جو عملی طور پر انبیاء علیہم السلام کے نقش قدم پر چلتے ہیں، جو ان پر ایمان لانے کے زبانی دعوے سے بالاتر ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 55

اور جو لوگ تیری پیروی کرتے ہیں ان کو قیامت تک کافروں پر فضیلت دے۔“

جس طرح تمام انبیاء علیہم السلام اسی راستے پر چلتے تھے، ان میں سے کسی ایک کی پیروی ان سب کی پیروی کرتی ہے۔ لہذا یہ آیت ان مسلمانوں کی طرف اشارہ کر سکتی ہے جو عملی طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں، اور توسیعی طور پر تمام انبیاء کی پیروی کرتے ہیں، جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ لہذا اگر مسلمان اس دنیا میں برتری چاہتے ہیں تاکہ وہ ہر قسم کے ظلم و ستم سے محفوظ رہیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں آزاد ہوں تو انہیں عملی طور پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنی چاہیے۔ اس میں اسلامی نور، 24 تعلیمات میں بیان کردہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا شامل ہے۔ باب : آیت 55

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں ” زمین پر ضرور جانشینی عطا کرے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے والوں کو دیا تھا اور یہ کہ وہ ان کے لیے ان کے دین کو ضرور قائم کرے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور یہ کہ وہ ان کی جگہ ضرور لائے گا، ان کے خوف اور سلامتی کے بعد جو مجھ سے بیزاری کرتے ہیں، وہ میری عبادت نہیں کرتے۔ کہ پھر وہی لوگ نافرمان ہیں۔

:اور باب 3 علی عمران، آیت 139

پس تم کمزور نہ ہو اور غم نہ کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔“

اگر مسلمانوں کو زمین پر برتری حاصل نہیں ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے سچے دل اس میں سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے سچے عقیدے کو اپنانے کی شرط پوری نہیں کی۔ اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا شامل ہے۔

:باب 3 علی عمران، آیت 55

اور جو لوگ تیری پیروی کرتے ہیں ان کو قیامت تک کافروں پر فضیلت دے۔“

یہ آیت ان لوگوں کی طرف بھی اشارہ کر سکتی ہے جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صحیح پیروی کی۔ لیکن ان کے معاملے میں، انہیں جو برتری عطا کی گئی وہ روحانی تھی

کیونکہ تاریخ بتاتی ہے کہ انہیں سماجی طاقت اور اثر و رسوخ نہیں دیا گیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا بدلہ کچھ بہتر دیا، جو انسانوں پر ایک روحانی برتری ہے جس سے ذہنی سکون حاصل ہوا۔

باب 3 علی عمران، آیت 55

اور جو لوگ تیری پیروی کرتے ہیں ان کو قیامت تک کافروں پر فضیلت دے۔“

یہ آیت اس وقت کی طرف بھی اشارہ کر سکتی ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر واپس آئیں گے تاکہ مسلمانوں کو غیر مسلموں اور ان کے پیشوا مخالف مسیح پر فتح دلائیں۔ اس پر بہت سی احادیث میں بحث ہوئی ہے، جیسا کہ صحیح مسلم، نمبر 7381 میں موجود ہے۔

ہر معاملے میں یہ آیت واضح کرتی ہے کہ برتری خواہ جسمانی ہو یا روحانی، صرف انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کوشش کرتے ہیں، ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہنے کا انتخاب کرتے ہیں، ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے جو انہیں عطا کی گئی ہیں، وہ کبھی بھی ذہنی سکون حاصل نہیں کر پائیں گے، کیونکہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے میں ناکام رہیں گے اور وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو ضائع کر دیں گے، خواہ وہ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ جیسا کہ زیر بحث اہم آیات سے اشارہ کیا گیا ہے، اس سے ذہنی صحت کے بے شمار مسائل پیدا ہوں گے، جیسے ڈپریشن، مادے کی لت اور خودکشی کے رجحانات۔ یہ نتیجہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کوئی امیر اور مشہور لوگوں کو دیکھتا ہے جو انہیں دی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ یہ دونوں راستے اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیے ہیں اور اب یہ لوگوں پر منحصر ہے کہ وہ کس کا انتخاب کریں۔ لیکن انہیں دانشمندی سے انتخاب کرنا چاہیے کیونکہ وہ دونوں جہانوں میں اپنی پسند کے لیے جوابدہ ہوں گے۔ باب 3 علی عمران، آیات 55-57

پھر تمہاری واپسی میری طرف ہے اور میں تمہارے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کروں گا جن میں ” تم اختلاف کرتے تھے، اور جن لوگوں نے کفر کیا، میں انہیں دنیا اور آخرت میں سخت سزا دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا، لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، اللہ ”ان کو ان کا پورا پورا بدلہ دے گا، اور سب ظالموں کی طرح نہیں۔

ان آیات میں دو گروہوں کا تذکرہ کیا گیا ہے: غیر مسلم اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح کرتے ہیں لیکن تیسرے قسم کے مسلمانوں کا ذکر نہیں کیا گیا جو عمل صالح نہیں کرتے۔ لہذا، یہ آیات اس دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے اپنے ایمان کے ضائع ہونے کے بڑے خطرے کی نشاندہی کرتی ہیں اگر وہ اپنے ایمان کے زبانی اعلان کو صالح اعمال کے ساتھ ساتھ دینے میں ناکام رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان ایک پودے کی مانند ہے جسے پھلنے پھولنے کے لیے اطاعت کے ساتھ پرورش پانا ضروری ہے۔ جس طرح ایک پودا جو سورج کی روشنی جیسی پرورش حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے وہ پھلنے پھولنے میں ناکام رہتا ہے اور وہ مر بھی سکتا ہے، اسی طرح جو شخص اس کی پرورش نہ کرے اس کا ایمان نہ پھلے پھولے گا اور اس کے مرنے کا شدید خطرہ ہے۔ یہ سب سے بڑا نقصان ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ ان لوگوں کے انجام سے بچیں جو اس کی نافرمانی پر قائم رہتے ہیں، دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مصائب کے انجام سے بچتے ہیں، قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کا کھلے ذہن کے ساتھ مطالعہ کرتے ہوئے اس بات کو پہچان سکتے ہیں کہ دونوں دنیا میں صرف اسلامی ضابطہ اخلاق کو اپنانا ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 58

"یہ ہے جو ہم آپ کو پڑھتے ہیں، [اپنی آیات اور حکیمانہ نصیحت [یعنی قرآن]۔"

قرآن پاک میں الفاظ بے مثال ہیں اور اس کے معانی سیدھے سادے عام طور پر دیکھا جائے تو طریقے سے بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے الفاظ اور اشعار انتہائی فصیح و بلیغ ہیں اور کوئی کتاب اس سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ قرآن پاک میں پچھلی امتوں کی تاریخ کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہے حالانکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاریخ میں تعلیم یافتہ نہیں تھے۔ ہر نیکی کا حکم

دیتا ہے اور ہر برائی سے روکتا ہے۔ جو ایک فرد پر اثر انداز ہوتے ہیں اور جو پورے معاشرے کو متاثر کرتے ہیں، تاکہ ہر گھر اور معاشرے میں انصاف، سلامتی اور امن پھیل جائے۔ قرآن مجید مبالغہ آرائی، جھوٹ یا کسی بھی جھوٹ سے اجتناب کرتا ہے، شاعری، کہانیوں اور افسانوں کے برعکس۔ تمام آیات فائدہ مند ہیں اور ان کا عملی طور پر کسی کی زندگی پر اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ یہاں تک کہ جب قرآن پاک میں ایک ہی کہانی کو دہرایا جاتا ہے تو مختلف اہم اسباق کو اجاگر کیا جاتا ہے۔ دوسری تمام کتابوں کے برعکس، قرآن پاک کا بار بار مطالعہ کرنے پر کوئی شخص بور نہیں ہوتا۔ قرآن پاک وعدے اور تنبیہات فراہم کرتا ہے اور ناقابل تردید اور واضح دلائل کے ساتھ ان کی تائید کرتا ہے۔ جب قرآن پاک کسی ایسی چیز پر بحث کرتا ہے جو تجربی معلوم ہو سکتی ہے، جیسے صبر کو اپنانا، تو یہ ہمیشہ اسے اپنی زندگی میں نافذ کرنے کا ایک سادہ اور عملی طریقہ فراہم کرتا ہے۔ یہ لوگوں کو اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جس میں خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری شامل ہے، ان نعمتوں کا استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، اور اس طرح انہیں ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی کو یقینی بنانا ہے۔ یہ سیدھا راستہ اس شخص کے لیے واضح اور پرکشش بناتا ہے جو ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں حقیقی کامیابی چاہتا ہے۔ قرآن پاک کا علم لازوال ہے کیونکہ اس کا اطلاق ہر معاشرے اور دور میں ہو سکتا ہے۔ یہ ہر جذباتی، معاشی اور جسمانی مشکل کا علاج ہے جب اسے صحیح طریقے سے سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ یہ ہر اس مسئلے کا حل فراہم کرتا ہے جس کا سامنا ایک فرد یا پورے معاشرے کو ہو سکتا ہے۔ صرف تاریخ کا مشاہدہ کرنے کی ضرورت ہے کہ جن معاشروں نے قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کیا وہ اس کی ہمہ گیر اور لازوال تعلیمات سے کس طرح مستفید ہوئے۔ صدیاں گزر گئیں ابھی تک قرآن پاک میں ایک حرف بھی نہیں بدلا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا۔ تاریخ کی کوئی اور کتاب اس معیار کی حامل نہیں ہے۔ باب 15 الحجر، آیت 9

بے شک ہم نے ہی اس پیغام کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے ایک کمیونٹی کے اندر پائے جانے والے بنیادی مسائل پر بحث کی اور ان سب کا عملی علاج بھی تفصیل سے بتایا۔ جڑ کے مسائل کو درست کرنے سے، ان گنت شاخوں کے مسائل جو ان سے پیدا ہوتے ہیں خود بخود درست ہو جائیں گے۔ اس طرح قرآن پاک نے ان تمام چیزوں کو بیان کیا ہے جن کی ایک شخص اور معاشرے کو دونوں جہانوں میں کامیابی کے لیے ضرورت ہے۔ باب 16 النحل، آیت 89

”اور ہم نے آپ پر ہر چیز کی وضاحت کے لیے کتاب نازل کی ہے۔“

یہ سب سے بڑا لازوال معجزہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا ہے۔ لیکن حق کی تلاش اور اس پر عمل کرنے والوں کو ہی اس سے فائدہ پہنچے گا جبکہ اپنی خواہشات اور اس سے چیری چننے والوں کو دونوں جہانوں میں نقصان ہی ہوگا۔ باب 17: الاسراء، آیت 82

اور ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے، لیکن یہ "ظالموں کے لیے نقصان کے سوا کچھ نہیں بڑھاتا۔

باب 3 علی عمران، آیت 58

"یہ ہے جو ہم آپ کو پڑھتے ہیں، [اپنی آیات اور حکیمانہ نصیحت [یعنی قرآن]۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ مکہ کے غیر مسلموں اور مدینہ میں رہنے والے اہل کتاب دونوں کو یاد دلاتا ہے کہ جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سابقہ آسمانی صحیفوں کا مطالعہ نہیں کیا تھا، جس کا وہ انکار نہیں کرتے تھے، وہ ان آیات میں مذکور تفصیلات کو نہیں جان سکتے تھے جب تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں بذریعہ وحی نہ بتاتا۔

اہل کتاب میں سے علماء نے اسلام کی حقانیت کو واضح طور پر پہچان لیا کیونکہ انہوں نے قرآن کریم کو اس طرح پہچانا جیسے وہ اس کے مصنف سے واقف تھے۔ اور انہوں نے حضور نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کریم کو پہچان لیا جیسا کہ ان دونوں کے بارے میں ان کے
:آسمانی صحیفوں میں گفتگو ہوئی ہے۔ باب 6 الانعام، آیت 20

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو پہچانتے ہیں۔ [قرآن پاک] جیسا کہ وہ اپنے [اپنے] بیٹوں کو ”
...پہچانتے ہیں“

:اور باب 2 البقرہ، آیت 146

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں ”
کو جانتے ہیں۔“

اہل کتاب اس بات پر رشک کرتے تھے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بھائی
حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد ہونے کے بجائے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں
سے تھے، جیسا کہ وہ تھے۔ چونکہ ان کا پورا مذہب حسب و نسب کی اہمیت کے گرد ڈھل گیا تھا،
جس نے ان کے مطابق انہیں باقی بنی نوع انسان پر فوقیت دی، اس لیے وہ ایک ایسے نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کو قبول اور پیروی نہیں کر سکتے تھے، جو ایک دوسرے سے تعلق رکھتے تھے۔
یہ صرف ان کی برتری کے کمپلیکس کو تباہ کرے گا جو انہوں نے گھڑا تھا۔

چونکہ مکہ کے غیر مسلم عربی زبان کے ماہر تھے وہ جانتے تھے کہ قرآن پاک کسی مخلوق
کے الفاظ نہیں ہیں۔ اور جیسا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چالیس سال
گزارے تھے، نبوت کے اعلان سے پہلے وہ جانتے تھے کہ وہ جھوٹے نہیں ہیں۔ باب 10 یونس،
:آیت 16

"کیونکہ میں اس سے پہلے زندگی بھر تمہارے درمیان رہا تھا، پھر کیا تم عقل نہیں کرو گے؟..."

مکہ کے غیر مسلموں کے رئیس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کرنے اور ان کی پیروی کرنے کے ساتھ زندہ نہیں رہ سکتے تھے، جو ایک غریب یتیم تھے، باوجود اس کے کہ آپ کا تعلق شریف ترین قبیلے سے تھا۔ چونکہ وہ قیادت، تسلط اور دولت کے خواہش مند تھے، جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا اور تمام مخلوقات پر امامت اور فضیلت عطا فرمائی تو ان پر رشک آیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ان تمام الوہیت کی نفی کرتا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کی گئی ہے، آپ کی معجزانہ ولادت کو حضرت آدم علیہ السلام کی معجزانہ تخلیق سے تشبیہ دے کر۔ باب 3 علی عمران، آیت 59

بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے، اس نے اسے مٹی سے پیدا کیا، پھر اس ”سے کہا کہ ہو جا، تو وہ ہو گیا۔“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلط عقائد کے پھیلنے کی وجوہات میں آپ کی معجزانہ ولادت، آپ کے معجزات اور آپ کی حیات طیبہ میں آسمان پر چڑھنا شامل تھے۔ قرآن پاک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش کی تصدیق کرتا ہے اور واضح طور پر ان کی ولادت کو اللہ تعالیٰ کی لامحدود قدرت کی نشانی کے طور پر بیان کرتا ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 47

اس نے کہا: اے میرے رب، میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا جب کہ مجھے کسی آدمی نے چھوا تک نہیں؟ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اس سے صرف اتنا کہتا ہے کہ ہو جا، اور وہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا، جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر باپ اور ماں کے پیدا کیا۔ اس حقیقت کا مطلب یہ نہیں کہ وہ الہی ہیں۔ باب 3 علی عمران، آیت 59:

”بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے، اس نے انہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اس“ سے کہا کہ ہو جا، تو وہ ہو گیا۔

عجیب بات ہے کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فرزند ہیں کیونکہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ لیکن وہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا نہیں مانتے، حالانکہ وہ بغیر باپ اور ماں کے پیدا ہوئے تھے۔ ان کی ذہنیت کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہلانے کا حق حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ ہے، لیکن وہ اس کا دعویٰ نہیں کرتے۔ عجیب بات ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے معاملے میں منطق اور عقل کا اطلاق کیسے کرتے ہیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں منطق اور عقل کا اطلاق نہیں کرتے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی تصدیق قرآن پاک سے ہوئی ہے۔ تاہم یہ واضح کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ معجزات اللہ تعالیٰ کی مرضی، اجازت اور حکم سے انجام دیے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام الہی ہوتے تو انہیں اللہ تعالیٰ کی مرضی یا اجازت کی ضرورت نہ ہوتی۔ باب 3 علی عمران، آیت 49:

اور بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنو [جو کہے گا] کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف " سے نشانی لے کر آیا ہوں کہ میں تمہارے لیے مٹی سے بناتا ہوں [جو کہ پرندے کی طرح ہے، پھر میں اس میں پھونک مارتا ہوں اور وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے جنم دیتا ہوں] مردوں کو زندہ کرنا - اللہ کے حکم سے اور میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ کرتے ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زندہ ہوتے ہوئے آسمانوں پر چڑھنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی مزید نشاندہی کرتا ہے جیسا کہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس سفر میں لے لیا تھا۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام الہی ہوتے تو اپنی فطری قوت سے یہ سفر طے کر سکتے تھے۔ باب 3 علی عمران، آیت 55

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ، بیشک میں تمہیں لے لوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور ” تمہیں کافروں سے پاک کروں گا۔

قرآن کریم عیسائیوں کو بتاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے عقیدے کے برعکس سولی نہیں دی گئی۔ صلیب پر جس کی تصویر نظر آئی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نہیں تھی بلکہ وہ شخص تھا جسے آپ جیسا بنا دیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھا چکا تھا۔ باب 4 النساء، آیات 156-158

اور ان کے کفر اور مریم پر بہتان تراشی کی وجہ سے، اور ان کے یہ کہنے کے لیے کہ "بے شک ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم، اللہ کے رسول کو قتل کر دیا ہے۔" اور انہوں نے اسے قتل نہیں کیا اور نہ سولی پر چڑھایا، بلکہ اس کو ان کے مشابہ بنایا گیا تھا، بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا غلط عیسائی عقیدہ، آپ کا مصلوب ہونا، مارا جانا، اپنے آپ میں عجیب ہے کیونکہ ایک حقیقی الہی ہستی موت کا سامنا کرنے سے بہت دور ہے۔ اگر کوئی ہستی مر سکتی ہے تو وہ الہی نہیں ہو سکتی۔ تو درحقیقت، مصلوب کے ذریعے اس کی موت کے بارے میں ان کا غلط عقیدہ خود ان کی الوہیت کے غلط عقیدے کی نفی کرتا ہے۔

ایک الہی ہستی فطرتاً ایسی چیز ہے جو خود کو برقرار رکھنے کے معنی رکھتی ہے، انہیں برقرار رکھنے کے لیے کسی اور کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر ایک ہستی دوسرے کے ذریعہ برقرار ہے تو وہ الہی نہیں ہو سکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا دونوں آسمانی مخلوق نہیں تھے کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پرورش کی ضرورت تھی، یعنی وہ خود کفیل مخلوق نہیں تھے۔ باب 5 المائدہ، آیت 75

مسیح ابن مریم تو صرف ایک رسول تھا، اس سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں، اور اس "کی ماں حق کی حمایتی تھی، وہ دونوں کھانا کھاتے تھے، دیکھو ہم ان کے لیے کیسے نشانیاں بیان کرتے ہیں، پھر دیکھو کہ وہ کس طرح دھوکے میں پڑتے ہیں۔"

اس کے علاوہ کوئی بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ جیسا کہ فرشتے نہیں کھاتے انہیں خدا سمجھا جا سکتا ہے۔ درحقیقت وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف طریقے سے برقرار ہیں اس لیے وہ بھی خود کفیل نہیں ہیں۔ یہ حقیقت کہ وہ تخلیق کیے گئے ہیں اور باقی مخلوقات کی طرح موت کا تجربہ کریں گے، الوہیت کی نفی کرنے کے لیے کافی ہے۔

ایک حیاتیاتی بچہ ہمیشہ اپنے والدین کے ساتھ کچھ خصوصیات کا اشتراک کرے گا۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معاملے میں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی صفات میں شریک نہیں ہیں۔ درحقیقت اس کی تمام خصوصیات دوسرے انسانوں کے ساتھ مشترک ہیں۔ وہ پیدا کیا گیا تھا، اسے خوراک اور پانی سے پالا گیا تھا، وہ مرے گا اور دوبارہ زندہ کیا جائے گا، بالکل دوسرے انسانوں کی طرح۔ اس کی خصوصیات الوہیت کی نفی کے لیے کافی ہیں۔

عیسائیت اختیار کرنے والے رومیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تصور کو اپنے عقیدے میں الہی ہونے کے تصور کو متعارف کرایا، وہ تصورات جو انہوں نے اپنے سابقہ عقیدے، بت پرستی سے لے کر چلائے تھے۔ انہوں نے ایک عظیم اور بابرکت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے لیا، اور اسے زیوس، ہرکولیس اور اوڈن جیسے افسانوں اور افسانوں کے ساتھ رکھا۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے صرف تھوڑی سی عقل کی ضرورت ہے کہ جو وجود کسی اور کے ذریعے پیدا کیا گیا ہو، اسے برقرار رکھا گیا ہو اور وہ مر سکتا ہے وہ کبھی بھی الہی نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ چیزیں الہی ہستی کے معیار سے متصادم ہیں۔ باب 3 علی عمران، آیت 60

حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، لہذا تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔“

عام طور پر، یہ آیت ایمان کی کمزوری سے بچنے کی ترغیب دیتی ہے جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے سے روکتی ہے، خاص کر جب اس کی خواہشات کے خلاف ہو۔ یہ انہیں دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے سے روک دے گا، کیونکہ وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ مضبوط ایمان اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص قرآن پاک میں مذکور واضح دلائل اور شواہد کو سیکھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات جو واضح طور پر بتاتی ہیں کہ ذہنی سکون اور کامیابی صرف اسلامی ضابطہ حیات کو اپنانے میں مضمر ہے۔ اس میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو کسی کو عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر، اسلامی تعلیمات واضح طور پر اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ کس طرح صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس کامل ضابطہ اخلاق فراہم کرنے کا علم ہے جو دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔ وہ اکیلا ہی بنی نوع انسان کو یہ سکھا سکتا ہے کہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کیسے حاصل کی جائے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھا جائے۔ تمام انسانوں کے بنائے ہوئے ضابطہ اخلاق علم، تجربے، دور اندیشی کی کمی اور تعصبات کی وجہ سے اس مقصد کو حاصل نہیں کر سکتے۔ لہذا پختہ ایمان ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے کا سبب بنے گا، خواہ اس کی خواہشات کے خلاف کیوں نہ ہوں، کیونکہ ان کا پختہ یقین ہے کہ ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی اسلامی ضابطہ حیات میں مضمر ہے۔

باب 3 علی عمران، آیت 60

حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، لہذا تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔“

یہ آیت اور اس کے بعد کی آیات ایک اہم اصول کا ثبوت فراہم کرتی ہیں۔ جہاں اس بات کا واضح ثبوت موجود ہو کہ کوئی چیز صحیح ہے اور اس پر یقین ہو جائے تو مسئلہ جو بھی ہو، ان کو اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ جو چیز اس کی مخالفت کرتی ہے وہ باطل ہے اور اس مخالف نظریہ کی تائید میں کوئی دلیل ناقص ہے، خواہ وہ اس عیب کا مشاہدہ نہ کر سکے۔ اس دلیل کی تردید کرنے میں ناکامی سے انہیں اس بات پر شک نہیں ہونا چاہئے کہ وہ یقین کے ساتھ کیا مانتے ہیں کیونکہ جو بھی حق کی مخالفت کرتا ہے وہ باطل ہے۔ جب کوئی اس اصول پر عمل کرتا ہے تو اس سے لوگوں کی طرف سے پیش کیے جانے والے مبہم دلائل سے نمٹنے میں مدد ملے گی۔ عام طور پر، ایک مسلمان کو ان سے بحث نہیں کرنی چاہیے اور اس کے بجائے اپنے کام پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے جو کہ دوسروں کو سچائی پر یقین، پیروی اور نصیحت کرنا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ ہجرت کے نویں سال ایک عیسائی وفد نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عیادت کی۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت پر اپنے عقیدہ کے بارے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بحث و مباحثہ کرتے ہوئے کافی وقت گزارا۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے سورہ 3 علی عمران، آیات 59-61 نازل فرمائی:

بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے، اس نے انہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اس سے کہا کہ ہو جا، تو وہ ہو گیا، حق تیرے رب کی طرف سے ہے، لہذا شک کرنے والوں میں سے نہ ہو، پھر جو کوئی آپ کے پاس علم آ جانے کے بعد آپ سے اس میں جھگڑے، تو آپ کہہ دیجئے کہ اؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور اپنے بیٹوں کو بلائیں، پھر اپنی عورتوں کو اپنی مرضی کے مطابق بنائیں۔ اور (ہمارے درمیان (جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔

اس پر امام صفی الرحمن رحمۃ اللہ علیہ، دی سیلڈ نیکٹر، صفحہ 450-452 میں بحث کی گئی ہے۔

قرآن کریم نے عیسائیوں کے لیے یہ ثابت کیا ہے کہ ان کی کوئی بھی وجہ صحیح نہیں تھی جس سے ان کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت پر ایمان پیدا ہوا ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ انسان تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص اور منفرد انداز میں پیدا کیا اور اپنی نبوت کے ثبوت کے لیے بعض معجزات کرنے کی طاقت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب ہونے سے بچایا اور اپنی طرف اٹھا لیا۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام الہی ہوتے تو ایسا کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی کیونکہ کسی ہستی کو موت نہیں آتی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ اپنی مرضی کے مطابق برتاؤ کرتا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہ غیر معمولی سلوک کس طرح اس نتیجے کو درست ثابت کر سکتا ہے کہ آپ الہی ہیں؟

اس کے علاوہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت بھی وہی ہے جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام بشمول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے۔

آخر کار قرآن کریم نے یہاں تک قائم کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معراج کے بعد آپ کے شاگردوں کا مذہب وہی رہا، یعنی اسلام، جس کی تائید اب قرآن کریم نے کی ہے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو ترک کر دیا اور ان کے لائے ہوئے دین میں بدعات متعارف کرائیں۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تاکہ حالات کو درست کریں اور انسانیت کو اس صراط مستقیم پر گامزن کریں جو پچھلے انبیاء کرام علیہم السلام نے بتائی تھی۔ اہل کتاب پر یہ بات واضح تھی کیونکہ قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے آسمانی صحیفوں میں بیان کیا گیا تھا لیکن پھر بھی انہوں نے دولت کی لالچ اور اپنے ایمان پر سمجھوتہ کر کے حاصل کی گئی سماجی حیثیت کی وجہ سے انہیں رد کیا۔ باب 6 الانعام، آیت 20:

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو پہچانتے ہیں۔ [قرآن پاک] جیسا کہ وہ اپنے [اپنے] بیٹوں کو ”...پہچانتے ہیں

:اور باب 2 البقرہ، آیت 146

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں ” کو جانتے ہیں۔“

ان مسائل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے کے بعد بھی نجران کے عیسائی وفد نے حق کو جھٹلایا۔ ان کی ضد کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ان کے عقیدے کی مزید تردید کرتے ہوئے انہیں باہمی اجتماع میں مدعو کیا جہاں دونوں فریق جھوٹ بولنے والے گروہ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجیں گے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہل و عیال کو بلایا: علی بن ابو طالب، ان کی زوجہ محترمہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے دو بیٹوں حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو۔ یہ دیکھنے کے بعد عیسائی وفد نے اس اجتماع میں شرکت سے انکار کر دیا کیونکہ وہ بخوبی جانتے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچ بول رہے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ باہمی عداوت پر راضی ہو جاتے تو ان پر آگ برستی۔ اس پر امام واحدی کی، اصاباب النزول ، 3:61، صفحہ 33 میں بحث کی گئی ہے۔ تفسیر ابن کثیر، جلد 2، صفحہ 179- سے نقل کی گئی ایک اور حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر وہ سب جھوٹے لوگوں پر اللہ 180 تعالیٰ کی لعنت کے لیے دعا کریں تو جب وہ اپنے گھر والوں کو لوٹیں گے یا نہ لوٹیں گے۔

جب انہوں نے اس باہمی نقب زنی میں حصہ لینے سے انکار کر دیا تو سب پر یہ بات واضح ہو گئی کہ نجران میں عیسائیت کے پادری اور رہنما، جن کی اپنے عقیدے سے لگن بہت مشہور تھی، ایسے عقائد کی پیروی کرتے ہیں جن پر وہ خود بھی مکمل طور پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ قرآن پاک میں جو حکم دیا گیا تھا اس کے پیچھے بھی یہی مقصد تھا۔ لہذا اس واقعہ کو مسلمانوں کو کسی بہانے کے طور پر استعمال نہیں کرنا چاہیے کہ جب بھی وہ اسلام سے اختلاف کریں تو غیر مسلموں کے ساتھ باہمی عیب جوئی کرنے کے لیے۔ اس کے بجائے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے کردار کے ذریعے لوگوں کے سامنے اسلامی تعلیمات میں موجود اسلام کی حقانیت کے واضح دلائل اور شواہد اپنے الفاظ سے زیادہ پیش کرے اور دوسروں سے بحث کرنے سے گریز

کرے کیونکہ اس سے وہ حق کو قبول کرنے سے مزید دور ہو جائیں گے۔ اس عمومی رویہ اور طرز عمل کی طرف اگلی آیات میں اشارہ کیا گیا ہے۔ باب 3 علی عمران، آیات 62-64:

بے شک یہ صحیح روایت ہے، اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور بے شک اللہ غالب اور "حکمت والا ہے، لیکن اگر وہ منہ موڑیں تو یقیناً اللہ فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔" کہہ دو کہ اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور اللہ کے سوا ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں۔ پھر اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بحث آپ کے مشن اور اللہ کے رسول کی حیثیت سے ہونے کی سچی داستان ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 62:

بے شک یہ صحیح روایت ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔“۔

لیکن جو شخص اندھا ہو کر دوسروں کی پیروی کرتا ہے وہ اس سچائی کو رد کر دے گا۔ یہ ایک بڑی وجہ ہے کہ اسلام میں اندھی تقلید پر تنقید کی جاتی ہے، کیونکہ یہ کسی شخص کو واضح ثبوتوں کو رد کرنے کی ترغیب دے سکتی ہے۔ کسی کو ہمیشہ کھلا ذہن اپنانا چاہیے اور فیصلہ کرنے سے پہلے علم، منطق اور شواہد کی بنیاد پر ہر صورت حال کا جائزہ لینا چاہیے۔ یہاں تک کہ اسلام کے اندر دوسروں کی اندھی تقلید کرنے سے گریز کرنا چاہیے اور اس کے بجائے قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے اسلام کے واضح دلائل کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ وہ یقین کے ساتھ اسلامی تعلیمات کو قبول کر سکیں اور ان پر عمل کریں۔ باب 12 یوسف، آیت 108:

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ " ... جو میری پیروی کرتے ہیں

یہ یقینی بنائے گا کہ وہ ایمان کا یقین حاصل کریں گے۔ جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، ایمان کا یقین یقینی بنائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ثابت قدم رہیں، یہ جاننا دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے، چاہے ان کی خواہشات متضاد ہوں یا دوسروں کی طرف سے انہیں اسلامی تعلیمات جیسے سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت کو ترک کرنے کی ترغیب دی جائے۔

باب 3 علی عمران، آیت 62

بے شک یہ صحیح روایت ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔“۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی حیثیت کو اللہ تعالیٰ کے نبی ہونے کی حیثیت سے رد کرنے کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ اس کے بعد جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیے۔ لیکن جو لوگ اس دنیا میں صرف اپنی خواہشات کی پیروی کرنا چاہتے ہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہی مانتے رہیں گے کیونکہ یہ عقیدہ انہیں ان نعمتوں کو استعمال کرنے کی اجازت دیتا ہے جو انہیں ان کی خواہشات کے مطابق دی گئی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا ایمان انہیں سکھاتا ہے کہ ان کے لیے دونوں جہانوں میں نجات کی ضمانت ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے گناہوں کا کفارہ ادا کیا اور اس لیے وہ اپنی خواہشات کے مطابق زندگی گزارنے اور آخرت میں بھی جنت حاصل کرنے میں آزاد ہیں۔ جو شخص اپنی خواہشات کو حق پر ترجیح دیتا ہے وہ اس عقیدہ پر قائم رہے گا اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی قرآن کریم کی ان واضح دلیلوں کو رد کرے گا جن کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ لیکن اس شخص کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اپنی پسند کے نتائج سے نہ کبھی بچ سکے گا اور نہ ہی کوئی اور اسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے انکار کے عذاب سے بچا سکے گا۔

باب 3 علی عمران، آیت 62

”...اور بے شک اللہ غالب ہے“

لیکن جیسا کہ اللہ تعالیٰ بردبار ہے اس لیے وہ شرک کرنے والوں کو فوراً سزا نہیں دیتا۔ اس کے بجائے وہ انہیں وقت دیتا ہے تاکہ وہ سچے دل سے توبہ کریں اور اپنی اصلاح کریں۔ باب 3 علی عمران، آیت 62:

”اور بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔“

عام طور پر اللہ تعالیٰ لوگوں کو جو مہلت دیتا ہے وہ محدود مدت کے لیے ہے۔ اس لیے وقت ختم ہونے سے پہلے خلوص دل سے توبہ اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کر کے اس سے استفادہ کرنا چاہیے۔ مخلص توبہ میں احساس جرم، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جس پر بھی ظلم ہوا ہے، شامل ہے، جب تک کہ یہ مزید پریشانی کا باعث نہ ہو۔ انسان کو سچے دل سے وعدہ کرنا چاہیے کہ وہ دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حوالے سے جو حقوق پامال ہوئے ہوں ان کی تلافی کرنی چاہیے۔ لیکن اگر کوئی ان کو دی گئی مہلت کو استعمال کرنے میں ناکام رہتا ہے، تو انہیں یہ یقین کرنے کے لیے بے وقوف نہیں بنایا جانا چاہیے کہ وہ اپنے انتخاب کے لیے جوابدہ نہیں ہوں گے، صرف اس لیے کہ یہ احتساب فوری طور پر نہیں ہوا تھا۔ جس سزا میں تاخیر ہوتی ہے وہ سزا کے برابر نہیں ہوتی۔ باب 3 علی عمران، آیت 63:

”لیکن اگر وہ روگردانی کریں تو بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنے فاسد عقائد پر قائم رہتے ہیں وہ صرف معاشرے میں فساد پھیلانے کی ترغیب دیتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بحث کی گئی ہے، بہت سے عیسائیوں کا ماننا ہے کہ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کیا، ان کے اعمال سے قطع نظر دونوں جہانوں میں نجات کی ضمانت ہے۔ یہ عقیدہ لوگوں کو ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے پر اکسائے گا جو انہیں دی گئی ہیں، جو انہیں اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے سے روکے گی۔ اس سے معاشرے میں کرپشن پھیلے گی۔ ان کے رویے کے نتیجے میں، یہ لوگ کبھی بھی ذہنی سکون حاصل نہیں کر پائیں گے، کیونکہ وہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل نہیں کر پائیں گے اور وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے۔ اور وہ آخرت میں اپنے احتساب سے نہیں بچ پائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی نیتوں، قول و فعل سے سب واقف ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 63

”پھر بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور امت مسلمہ کو اپنے عمل اور قول کے ذریعے اہل کتاب کو اسلام کی دعوت دینے کا حکم دیتا ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 64

کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ” ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گے اور اللہ کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں گے، پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف الوہیت منسوب کرنے کے علاوہ عیسائیوں اور یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو بھی رب مان لیا، جب وہ اپنے علماء کا کلام اللہ تعالیٰ کے کلام کے برابر سمجھتے تھے۔ یعنی وہ اپنے علماء کے حکم کو قبول کریں گے جنہوں نے دنیاوی فائدے کی خاطر اپنی خواہشات کے مطابق چیزوں کو حلال و حرام قرار دیا، گویا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس رویہ نے بہت سے مسلمانوں کو متاثر کیا ہے جہاں وہ اکثر ایسا برتاؤ کرتے ہیں جیسے کسی عالم کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جب کہ ایسا

نہیں ہے۔ مسلمانوں کو علماء کا احترام ضرور کرنا چاہیے لیکن ان کے فیصلے جو تشبیہات اور آزاد استدلال پر مبنی ہوں وہ ان کی رائے ہیں، جن پر بحث ہوتی ہے۔ صرف ان صورتوں میں جہاں ان کا حکم قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے، جیسے شراب پینے کی ممانعت، کو بغیر سوال کے قبول کیا جانا چاہیے۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو رب ماننے سے مراد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی چیز یا کسی کی بھی اطاعت کرنا ہے، جیسے سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت۔ اسلامی تعلیمات کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کر سکے جو اسے دی گئی ہیں۔ یہ یقینی بنائے گا کہ وہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھیں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔ لیکن اگر کوئی اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرنے کا انتخاب کرتا ہے تو وہ لامحالہ دوسری چیزوں کو اپنا آقا مان لیں گے، جیسے کہ سوشل میڈیا، فیشن اور کلچر، اور ان کی آنکھیں بند کر کے ان کی اطاعت کریں گے، چاہے انہیں اس کا احساس نہ ہو۔ اس سے وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں، جو انہیں دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے سے روکے گی۔ اس لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اگر کوئی عملاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے انکار کر دے تو وہ لازماً کسی اور چیز کی اطاعت کرے گا، چاہے وہ اس کی اپنی خواہشات ہوں، سوشل میڈیا، فیشن یا ثقافت۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔

لہذا جس نے اسلام کو اپنا عقیدہ تسلیم کیا ہے، اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتے ہوئے ان کے زبانی اعلان ایمان کی عملی حمایت کرے۔ اس اطاعت میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔
باب 3 علی عمران، آیت 64

”لیکن اگر وہ منہ پھیر لیں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔“

دوسرے لوگ صرف اسی صورت میں کسی شخص کے ایمان کی صحیح گواہی دے سکتے ہیں جب وہ اسے اپنے اعمال سے ظاہر کریں۔ لہذا ایمان کا زبانی اعلان اللہ تعالیٰ کی نظر میں کافی اچھا نہیں ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی مانند ہے جسے پھلنے پھولنے کے لیے اچھے اعمال سے پرورش پانا ضروری ہے۔ اسی طرح اگر ایک پودا مر جائے گا اگر اسے سورج کی روشنی نہ ملے تو انسان کا ایمان نہیں پھلے گا اور اگر اسے اچھے اعمال سے پرورش نہ ملے تو اس کے مرنے کا خطرہ ہے۔ اس میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو کسی کو عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔

اچھے کردار پر 500 سے زیادہ مفت ای بکس

500+ FREE English Books & Audiobooks / اردو کتب / کتب عربیة / Buku Melayu / বাংলা বই / Libros En Español / Livres En Français / Libri Italiani / Deutsche Bücher / Livros Portugueses:

<https://shaykhpod.com/books/>

Backup Sites for eBooks: <https://shaykhpodbooks.wordpress.com/books/>
<https://shaykhpodbooks.wixsite.com/books>
<https://shaykhpod.weebly.com>
<https://archive.org/details/@shaykhpod>

YouTube: <https://www.youtube.com/@ShaykhPod/playlists>

AudioBooks, Blogs, Infographics & Podcasts: <https://shaykhpod.com/>

دیگر شیخ پوڈ میڈیا

روزانہ بلاگز: www.ShaykhPod.com/Blogs
AudioBooks : <https://shaykhpod.com/books/#audio>
تصویریں: <https://shaykhpod.com/pics>
جنرل پوڈکاسٹ: <https://shaykhpod.com/general-podcasts>
PodWoman: <https://shaykhpod.com/podwoman>
PodKid: <https://shaykhpod.com/podkid>
اردو پوڈکاسٹ: <https://shaykhpod.com/cast>
Podcasts: Live <https://shaykhpod.com/live>

ای میل کے ذریعے روزانہ بلاگز اور اپ ڈیٹس حاصل کرنے کے لیے سبسکرائب کریں
<http://shaykhpod.com/subscribe>

ای بکس/ آڈیو بکس کے لیے بیک اپ سائٹ : <https://archive.org/details/@shaykhpod>

